وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ
آسان علومِ قرآن
(اضافہ شدہ ایڈیشن)
پروفیسر مولانا محمدّ رفیق چودھری

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

(النحل 89)

آسان علوم قرآن

پروفیسر مولانا محمد رفیق

مکتبۂ قرآنیات لاہور

نام کتاب : آسان علوم قرآن

مصنف : پروفیسر مولانا محمد رفیق

ناشر : مکتبہ قرآنیات، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار لاہور۔ پاکستان
فون:5811297، موبائل: 0333-4399812
0321-7724032

اہتمام : حافظ تقی الدین

سن اشاعت : اگست 2007ء

قیمت : ▬ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ قرآنیات، یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

1۔ کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار لاہور

2۔ کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی

حدیث نبوی

اِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّ یَضَعُ بِهٖ اٰخَرِیْنَ ۔
(صحیح مسلم عن نافع)

اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلندی عطا فرمائے گا اور کچھ لوگوں کو اس کے سبب پستی میں گرائے گا۔
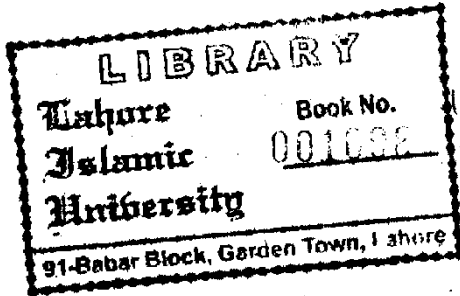
قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مُسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدّتِ کردار

(اقبال)

فہرست عنوانات

(Contents)

پیش لفظ

جَمِیۡعُ الۡعِلۡمِ فِی الۡقُرۡاٰنِ لٰکِنۡ   تَقَاصَرَ عَنۡہُ اِفۡھَامُ الرِّجَالِ

(قرآن میں ہر علم موجود ہے لیکن انسان فہم اس کی رسائی سے قاصر ہے۔)

"علوم القرآن" سے مراد وہ تمام علوم وفنون ہیں جو قرآن فہمی میں مدد دیتے ہیں اور جن کے ذریعے قرآن کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اِن علوم میں وحی کی کیفیت، نزول قرآن کی ابتدا اور تکمیل، جمع قرآن، تاریخ تدوین قرآن، شان نزول، مکی و مدنی سورتوں کی پہچان، ناسخ و منسوخ، علم قراء ات، محکم ومتشابہ آیات، اعجاز القرآن، علم تفسیر اور اصول تفسیر سب شامل ہیں۔

لیکن درحقیقت قرآنی علوم کی کوئی انتہا نہیں۔ یہ انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں کہ وہ ان سب علوم کا احاطہ کر سکے جو قرآن مجید کے اندر موجود ہیں۔

امام بدر الدین زرکشیؒ نے اپنی مشہور کتاب "البرہان فی علوم القرآن" کے دیباچے میں لکھا ہے کہ:

"قرآن کے علوم ومعانی کی کوئی حد نہیں اور نہ ان کا شمار ممکن ہے۔"

علوم القرآن کے مباحث کی ابتدا عہد نبوی اور دورِ صحابہ کرام سے ہو چکی تھی تاہم دوسرے اسلامی علوم کی طرح اس موضوع پر بھی مدون کتب لکھنے کا رواج بہت بعد میں ہوا۔

عربی زبان میں علوم القرآن پر جو کتب لکھی گئیں ان میں سے چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں:

1- البرہان فی علوم القرآن از امام بدرالدین زرکشیؒ
2- الاتقان فی علوم القرآن از امام سیوطیؒ
3- کتاب الفوائد از حافظ ابن قیم
4- مناہل العرفان فی علوم القرآن از زرقانی
5- مباحث فی علوم القرآن از ڈاکٹر محمد صبحی صالح
6- التبیان فی علوم القرآن از محمد علی صابونی
7- اعجاز القرآن از رافعی
8- علوم القرآن از احمد عادل کمال
9- اعجاز القرآن از باقلانی
10- الجامع لاحکام القرآن (جلد اوّل) از امام قرطبی
11- مقدمہ ابن خلدون از ابن خلدون

اردو زبان میں بھی اس موضوع پر کئی کتابیں چھپ چکی ہیں جن میں درج ذیل قابل ذکر ہیں:

1- الفوز الکبیر (اردو ترجمہ) شاہ ولی اللہ دہلوی
2- علوم القرآن از مولانا محمد تقی عثمانی
3- خطبات بھاول پور از ڈاکٹر حمید اللہ
4- علوم القرآن از صبحی صالح ترجمہ از غلام احمد حریری
5- مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ)
6- عیون العرفان فی علوم القرآن از قاضی مظہر الدین بلگرامی
7- تاریخ القرآن از عبدالصمد صارم
8- مبادئ تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی

زیرِ نظر کتاب بنیادی طور پر اسلامیات اور علوم القرآن کے مبتدی طالب علموں کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کی زبان سادہ اور آسان ہے۔ انداز بیان صاف' رواں اور عام فہم ہے۔ اس میں فنی اصطلاحات کم سے کم استعمال کی گئی ہیں۔

تفصیلات اور اختلافی بحثوں سے اجتناب کیا گیا ہے بلکہ بعض دقیق علمی بحثوں (مثلاً سبعہ احرف وغیرہ) کو بالکل نہیں چھیڑا گیا تا کہ معمولی پڑھے لکھوں اور مبتدیوں کے لیے کوئی دُشواری پیش نہ آئے۔

اس کتاب کی تیاری میں عربی کتب کے علاوہ مطبوعہ اردو کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اگر چہ یہ اپنے موضوع پر کوئی جامع کتاب نہیں ہے تاہم اس میں مبتدی حضرات اور خواتین کے لیے ضروری معلومات موجود ہیں۔

اہل علم سے التماس ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی غلطی یا فروگذاشت دیکھیں اس سے اس عاجز کو آگاہ فرمائیں تا کہ کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی کاوش کو طلبہ اور عام قارئین کے لیے مفید اور کارآمد بنائے اور میرے لیے اسے توشۂ آخرت بنا دے! آمین

والسلام

محمد رفیق چودھری

لاہور

8 جولائی 2002ء

(مطابق 25 ربیع الثانی 1423ھ)

باب 1

قرآن کا تعارف

1- قرآن کے معنی:

لفظ قرآن کے معنی کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ یہ سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ قَرَءَ کا مصدر (Infinitive) ہے اور اس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ o اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ o فَاِذَا قَرَءْ نٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ o (القیامہ 16 تا 18)

(اے نبیؐ! آپؐ اس کو جلد سیکھنے کے لیے اپنی زبان کو تیز حرکت نہ دیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا سنانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب ہم اس کو پڑھ کر سنائیں تو آپؐ اس تلاوت کی پیروی کریں۔)

اگر چہ قرآن کا لفظ مصدر ہے لیکن یہ اسم مفعول کے معنوں میں ہے اور اس سے مراد ایک خاص پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

2- قرآن کی اصطلاحی تعریف:

قرآن ایسی کتاب نہیں جو تعارف کی محتاج ہو تا ہم علماء نے اس کی درج ذیل اصطلاحی تعریف کی ہے:

اَلْقُرْاٰنُ هُوَ كَلَامُ اللّٰهِ الْمُعْجِزُ الْمُنَزَّلُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَاسِطَةِ جِبْرِيْلَ ' اَلْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ'
اَلْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهٖ وَالْمَنْقُوْلُ بِالتَّوَاتِرِ۔

(قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جو معجزہ ہے جسے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا' جو صحیفوں میں لکھا ہوا ہے' جس کی تلاوت کرنا عبادت ہے اور جو تواتر سے نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔)

3- قرآن کے مختلف نام:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے کئی نام رکھے ہیں جو اُس کی بعض صفات اور خصوصیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ قرآن تو ذاتی نام ہے باقی سب نام صفاتی ہیں جیسے

الکتاب۔ الفرقان۔ الذکر۔ التنزیل۔ المجید۔ الحکیم وغیرہ

ان ناموں کے علاوہ قرآن کے اور بھی صفاتی نام ہیں جن کی کل تعداد (55) ہے۔

4- قرآن کے مضامین (علوم پنجگانہ):

قرآن مجید میں انسان کی ہدایت کے لیے بہت سے مضامین بیان کیے گئے ہیں جن کو قرآنی علوم بھی کہا جاتا ہے۔ ان علوم کی کل تعداد کا کسی کو صحیح علم نہیں۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب الفوز الکبیرؒ میں لکھا ہے (یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے) کہ قرآن مجید کے تمام مضامین کی کل پانچ (5) قسمیں ہیں۔ شاہ صاحب نے ان مضامین کو "علوم

پنجگانہ'' کا نام دیا ہے۔ اُن کے نزدیک یہ کل پانچ (5) علوم ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے:

(1) علم احکام:

علم احکام سے مراد قرآن مجید کے اوامر اور نواہی کا علم ہے۔ اوامر سے مراد وہ کام ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے نماز پڑھنا' روزہ رکھنا اور سچ بولنا۔ نواہی وہ کام ہیں جن سے منع کیا گیا ہے جیسے شرک کرنا' چوری کرنا اور جھوٹ بولنا۔

(2) علم مخاصمات (Debates)

اس علم کے مطابق قرآن مجید میں وقت کے چار گمراہ مذہبی فرقوں ......مشرکین' منافقین یہود اور نصاریٰ ...... کے عقائد پر تنقید کی گئی ہے اور ان کے غلط نظریات اور اعمال کی اصلاح کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں توریت اور انجیل وغیرہ بھی زیر بحث آئی ہیں۔

(3) علم تذکیر بآلاء اللہ:

اس علم سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی بے شمار نعمتوں کا ذکر کر کے انسان کو بندگی اور شکر گزاری کی تلقین کی ہے۔ نعمت سے منعم کا تصور دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات اور اُس کی نعمتوں کے حوالے سے اُس کی عبادت اور اُس کا شکر ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

(4) علم تذکیر بایام اللہ:

اس علم کے مطابق قرآن مجید میں گذشتہ قوموں اور اُن کے پیغمبروں

کا ذکر گیا ہے۔ ان تاریخی واقعات و حالات کے بیان کرنے کا مقصد عبرت دلانا اور سبق آموز ہے۔

(5) علم تذکیر بالموت و مابعد الموت:

اس علم کے لحاظ سے قرآن مجید میں مرنے کے بعد کی زندگی' آخرت کے احوال اور جنت و دوزخ کی کیفیات بیان کی گئی ہیں۔

الغرض قرآن حکیم میں انسانی ہدایت کے لیے ایمانیات' عبادات' معاملات اور اخلاقیات سے متعلق تمام امور بیان کر دیئے گئے ہیں۔

....

مشقی سوالات

1- قرآن کے لفظی معنی بیان کریں اور اس کی اصطلاحی تعریف لکھیں۔

2- قرآن کے چند صفاتی نام تحریر کریں اور بتائیں کہ ان کی کل کتنی تعداد ہے؟

3- شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرآن مجید کے کن 'علوم پنجگانہ' کا ذکر کیا ہے تفصیل سے بیان کریں۔

باب 2
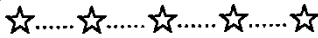
وحی (Revelation)

1- وحی کے معنی:

وحی کے لفظی معنی ''خفیہ طور پر جلدی سے اشارہ کرنے'' کے ہیں۔

اصطلاح میں وحی سے مراد وہ پیغام (Message) ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی یا رسول کی طرف بھیجتا ہے۔

2- قرآن میں لفظ وحی کے معنی:

قرآن مجید میں وحی کا لفظ کئی معنوں میں آیا ہے۔

(1) جبلّت (Instinct)

قرآن میں وحی کا لفظ حیوانات کی جبلّت (Instinct) اور فطری تعلیم کے معنوں میں بھی آیا ہے جیسا کہ شہد کی مکھی کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس پر وحی کی کہ وہ اپنا گھر بنائے اور چھتوں میں شہد تیار کرے۔ گویا یہ کلام اُس کی فطرت میں رکھ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ۝ (النحل 68)

(اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ تو پہاڑوں میں درختوں میں اور لوگوں کی بنائی ہوئی چھتوں میں اپنے گھر یعنی چھتے بنا۔)

(2) الہام کرنا:

قرآن میں وحی کا لفظ الہام کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔
الہام کے معنی ہیں "کوئی بات کسی کے دل میں ڈال دینا"۔ مثال کے طور پر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۔ (القصص 7)

اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی یعنی الہام کیا کہ وہ اپنے بچے کو دودھ پلائیں۔

(3) شیطانی وسوسہ:

قرآن مجید میں وحی کا لفظ شیطانی وسوسے کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ (انعام 112)

(اور اسی طرح ہم نے شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنا دیا۔ وہ شیطان ایک دوسرے کو دھوکا دینے کے لیے پر فریب باتیں سکھاتے ہیں۔)

(4) اشارہ کرنا:

قرآن مجید میں وحی کا لفظ "اشارہ کرنے" کے معنوں میں بھی آیا ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اشارے سے ایک بات کہی:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ۝ (مریم 11)

(پھر وہ اپنے عبادت خانے سے نکل کر لوگوں کی طرف آئے تو اُن کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح و شام اللہ کی تسبیح کرو۔)

(5) نبیوں اور رسولوں پر وحی:

قرآن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے نبیوں اور رسولوں کو کوئی پیغام بھیجنے کے معنوں میں بھی وحی کا لفظ آیا ہے:

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ج (النساء 163)

(بے شک ہم نے آپ ؐ کی طرف وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوح ؑ اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی بھیجی تھی۔)

2 وحی کی مختلف صورتیں:

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام پر وحی کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ملتا ہے:

وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ ۝ (الشوریٰ 51)

(اور کوئی بشر ایسا نہیں جس سے اللہ کلام کرے مگر وحی کے ذریعے سے

یا پردے کے پیچھے سے' یا کسی فرشتے کو اس کے پاس بھیج دے تا کہ اپنے حکم کے مطابق جو وحی چاہے کر دے۔ بے شک اللہ سب سے بلند اور حکمت والا ہے۔)

گویا وحی کی تین صورتیں ہیں:

(1) وحی قلبی :

وحی کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی یا رسول کے دل پر کوئی بات القاء کی جاتی ہے۔ گویا اُس کے دل میں ایک بات ڈال دی جاتی ہے۔ یہ القاء صرف کسی نبی یا رسول ہی کے دل پر ہوتا ہے۔ اسے ''وحی قلبی'' کہا جاتا ہے۔

(2) پردے کے پیچھے سے آواز آنا:

وحی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پردے کے پیچھے سے پکارے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو درخت کے پیچھے سے پکارا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی اور وحی کی بات سمجھ لی۔

(3) وحی ملکی (فرشتے کے ذریعے وحی)

وحی کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے وحی کرے اور اپنا کوئی پیغام کسی نبی یا رسول کی طرف بھیجے۔ فرشتہ کبھی انسانی شکل میں آ جاتا ہے اور کبھی اپنی اصلی شکل میں آتا ہے۔

4 وحی کی اقسام:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی دو قسمیں ہیں

(1) وحی مَتلُوّ:

وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ قرآن کی تلاوت چونکہ عبادت ہے اس لیے اسے یہ نام دیا گیا۔ وحی متلو کو ''وحی جلی'' بھی کہتے ہیں۔

(2) وحی غیر مَتلُوّ:

وہ وحی جس کی تلاوت نہیں جاتی۔ اس سے مراد سنت اور احادیث صحیحہ ہیں۔ اسے ''وحی خفی'' بھی کہا جاتا ہے۔

5 قرآن اور حدیث قدسی میں فرق:

قرآن اور حدیث قدسی میں کئی اعتبار سے فرق ہے۔

(1) قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اس کے الفاظ و معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ جبکہ حدیث قدسی میں مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں۔

(2) قرآن کی تلاوت کرنا عبادت ہے جبکہ حدیث قدسی کا پڑھنا عبادت نہیں ہے ویسے نیکی کا کام ہے۔ گویا قرآن وحی متلو ہے اور حدیث قدسی وحی غیر متلو ہے۔

(3) قرآن کے ثبوت کے لیے امت کا اتفاق اور تواتر کا ہونا شرط ہے مگر حدیث قدسی کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔

(4) قرآن مجید جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا ہے مگر حدیث قدسی میں اس فرشتے کا واسطہ اور ذریعہ ہونا ضروری نہیں۔

(5) قرآن معجزہ ہے اور حدیث قدسی معجزہ نہیں ہے۔

(6) قرآن مجید کا منکر کافر ہے لیکن حدیث قدسی کا منکر کافر نہیں ہے۔

(7) قرآن مجید کو طہارت کے بغیر چھونا درست نہیں جبکہ حدیث (قدسی) کو بے وضو چھونا بھی جائز ہے۔

نزول وحی کے وقت حضورؐ کی کیفیت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے وقت جو کیفیت طاری ہوتی تھی اُس کی وضاحت آپؐ نے یوں فرمائی ہے:

''وحی نازل ہوتے وقت بعض اوقات مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ میرے لیے بہت سخت اور دشوار ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت دور ہوتی ہے تو جو کچھ مجھے بتایا جاتا ہے وہ مجھے یاد ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات فرشتہ انسانی صورت میں آکر مجھ سے بات کرتا ہے اور میں اس سے سن کر یاد کر لیتا ہوں۔ (صحیح بخاری۔ بدء الوحی)

وحی کی پہلی صورت اتنی بھاری اور دشوار ہوتی تھی کہ سخت سردی میں بھی آپؐ کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا تھا۔ اگر آپؐ کسی سواری پر ہوتے تو سواری کا جانور وحی کے بوجھ سے دب کر نیچے بیٹھ جاتا۔

وحی کی دوسری کیفیت نسبتاً آسان تھی۔ اس میں نہ آوازیں سنائی دیتیں، نہ پیشانی سے پسینہ بہتا بلکہ حضرت جبرئیل انسانی شکل میں آتے اور آپؐ پر وحی نازل کرتے تھے۔

حضورؐ پر سب سے پہلی وحی:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَءْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ o اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o (العلق 1 تا 5)

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے سب کو پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا۔ آپؐ پڑھیں اور آپؐ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔ اور انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔)

مذکورہ آیات کے پہلی وحی ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور اہل علم میں سے آج تک کسی ایک نے بھی اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کیا۔

ان آیات کے بعد سورۂ ضحیٰ اور سورۂ مدثر کی آیات نازل ہوئیں اور پھر قریباً تئیس سال کے عرصے میں پورا قرآن نازل ہوا۔

قرآن کی آخری وحی:

مشہور ہے کہ قرآن کی آخری وحی یہ ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط (المائدہ 3)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔)

....

مشقی سوالات

1- وحی کے کیا معنی ہیں۔ قرآن میں وحی کا لفظ کن کن معنوں میں آیا ہے؟

2- وحی کی تین مختلف صورتوں کی تشریح کریں۔

3- وحی متلو اور وحی غیر متلو سے کیا مراد ہے؟

4- قرآن اور حدیث قدسی میں کیا فرق ہے؟

5- وحی نازل ہوتے وقت حضورؐ کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟

6- قرآن کی سب سے پہلی اور سب سے آخری وحی کون کون سی ہے؟

☆......☆......☆......☆......☆

باب 3
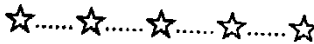
قرآن مجید کی خصوصیات

(اعجاز القرآن)

قرآن مجید سراپا معجزہ (Miracle) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سب سے بڑا معجزہ عطا فرمایا وہ یہی قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید اپنے اندر بہت سی اعجازی خصوصیات رکھتا ہے اور یہ ہر اعتبار سے بے مثل کلام ہے۔

قرآن کی چند نمایاں خصوصیات اور اس کے اعجازی پہلو حسب ذیل ہیں:

1- کلام الٰہی (Word of God)

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام (Word of Allah) ہے۔ اس کی دلیل خود قرآن میں موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ط (التوبہ 6)

(اور اگر کوئی مشرک آپؐ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیں تا کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کی امان کی جگہ پہنچا دیں۔)

آج دنیا میں کوئی اور ایسا کلام نہیں جو کلام الٰہی کہلانے کا مستحق ہو اور کوئی کتاب ایسی نہیں جو اللہ کی کتاب ہو۔ یہ اعزاز آج صرف اور صرف

قرآن مجید کو حاصل ہے کہ وہ اللہ کا کلام بھی ہے اور اللہ کی کتاب بھی۔

2- محفوظ کلام

قرآن مجید سے پہلے کئی الہامی کتب نازل ہوئیں لیکن آج وہ اپنی اصلی صورت میں کہیں موجود نہیں۔ امتدادِ زمانہ' مذہبی پیشواؤں کی خواہشات نفسانی اور شرارت کے باعث آج کوئی الہامی کتاب اپنی اصلی حالت میں محفوظ نہیں رہی۔ یہ خصوصیت صرف قرآن عزیز کو حاصل ہے کہ وہ اول روز سے آج تک اپنی اصلی صورت میں بالکل محفوظ ہے اور انشاء اللہ قیامت تک محفوظ رہے گا۔ کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھی ہے۔ قرآن اہل ایمان کے سینوں میں اور تحریری طور پر مصاحف کی شکل میں سوا چودہ سو برس سے محفوظ ہے اور اس میں آج تک کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس حقیقت کو اپنے اور بیگانے سب تسلیم کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر 9)

بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

3- معجزہ کلام:

قرآن ایک ایسا معجزہ (Miracle) ہے جس کی زبان' جس کا اسلوب (Style)' جس کا نظم' جس کی فصاحت و بلاغت اور جس کی اثر انگیزی (Effectiveness) سب معجزہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مستقل اور ابدی (Permanent and Eternal) معجزہ

عطا فرمایا ہے اس کے علاوہ قرآن عربی زبان کا بھی شاہکار (Masterpiece) ہے۔

قرآن نے اپنے منکرین اور مخالفین (Opponents) کو چیلنج دیا ہے کہ وہ اگر اُسے اللہ کا کلام نہیں مانتے تو اس جیسا کوئی اور کلام پیش کریں۔ اس جیسی دس سورتیں لاکر دکھائیں یا کم سے کم ایک یہ سورت اس جیسی بنا کر لے آؤ۔ مگر کوئی شخص بھی قرآن کے اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتا اور کوئی بھی اس جیسا کلام پیش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

1- ایک مقام پر ارشاد ہوا کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا o

(بنی اسرائیل 88)

(کہہ دیجیے کہ اگر تمام انسان اور جنات مل کر اس جیسا قرآن لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔)

2- دوسرے مقام پر فرمایا کہ:

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (ھود 13)

(کیا وہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہیں کہ تم بھی ویسی ہی دس (10) سورتیں بنا کر لے آؤ اور اپنی مدد کے لیے اللہ کے سوا جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔)

3- تیسری جگہ ارشاد ہوا کہ:

وَ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ص وَ ادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o (البقرہ 23)

(اور اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں ذرا بھی شک ہو' جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا ہے تو تم بھی اس جیسی کوئی سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتی بھی اپنی مدد کے لیے بلا لو' اگر تم سچے ہو۔)

تاریخ میں بعض لوگوں نے جن میں مسیلمہ کذاب' متنبّی اور ابن المقفع شامل ہیں قرآن کا جواب لانے کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہے۔

4- کامل ہدایت (Complete Guidance)

قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے مکمل ہدایت نامہ ہے۔ انسانی زندگی کے ہر شعبے سے متعلق قرآنی ہدایات موجود ہیں۔ قرآن کے علاوہ دوسری ہر الہامی کتاب اس طرح زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں کامل ہدایت دینے سے قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ۔ (البقرہ 185)

(رمضان وہ مہینہ ہے جس میں ایسا قرآن نازل ہوا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔)

اور یہ قرآنی ہدایت انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔

5- عالمگیر کتاب

قرآن سے پہلے کی تمام الہامی کتب کسی خاص علاقے ' قوم یا نسل کے لیے ہدایت بن کر آئی تھیں کیونکہ وہ جن پیغمبروں پر نازل ہوئی تھیں وہ بھی کسی خاص علاقے' قوم یا نسل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے۔ لیکن قرآن عالمگیر کتاب ہے کیونکہ یہ اللہ کے جس رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ سارے جہان کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

قرآن کا ایک عالمگیر کتاب ہونا خود قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (القلم 52)

(اور یہ قرآن سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔)

اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عالمگیر ہونا درج ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے۔

1- قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۔ (الاعراف 158)

(کہہ دیجیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسولؐ ہوں۔)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا کہ:

2- وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء 107)

(اور ہم نے آپ کو سارے جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

6- فصیح و بلیغ کلام

قرآن مجید ایک فصیح و بلیغ کلام ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت کی نظیر لانا مخلوق کے بس کی بات نہیں۔ قرآن کے الفاظ کی فصاحت' اس کے

معانی کی بلاغت اور اس کا انداز بیان (Style) سب معجزہ ہیں۔ قرآن کا انداز بیان نظم اور شاعری (Poetry) کا نہیں ہے مگر اس میں نہایت اعلیٰ درجے کی شعریت موجود ہے۔ اس کا انداز بیان نثر کا بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ سجع اور آہنگ (Rythm) پایا جاتا ہے جو کسی اور نثر میں نہیں پایا جاتا۔
دورِ جدید کے مشہور مصری ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے کیا عمدہ بات کہی ہے:

اَلْقُرْاٰنُ لَا نَظْمٌ وَّ لَا نَثْرٌ بَلْ هُوَ الْقُرْاٰنُ۔

(قرآن نہ نظم ہے اور نہ نثر بلکہ قرآن قرآن ہے۔)

7- تضاد (Contradiction) سے پاک

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کا علم ہر شے پر محیط اور حاوی ہے۔ اس کے لیے ماضی، حال اور مستقبل سب ایک جیسے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید کی تعلیمات (Teachings) میں کوئی تضاد اور باہم اختلاف نہیں پایا جاتا بلکہ اس کے مضامین میں مکمل ہم آہنگی (Harmony) اور ارتباط (Integrity) پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (النساء 82)

(کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ہوتا تو وہ اس کے اندر بڑا اختلاف اور تضاد پاتے۔)

اس کے برعکس دنیا کے فلسفیوں اور دانشوروں کے افکار و نظریات میں ہمیشہ تضاد پایا جاتا ہے۔

8- پُر تاثیر (Effective) کلام

قرآن مجید ایک پر تاثیر کلام ہے۔ اس کی اثر انگیزی مسلم ہے۔ یہ انسان کے دل و دماغ پر اثر کرتا ہے۔ جب کوئی قاری قرآن پڑھتا ہے تو اُسے سننے والا شخص خواہ قرآن کو سمجھے یا نہ سمجھے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

قرآن کا یہی وہ اعجاز تھا جس نے کفار اور مشرکین کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔ وہ اس کی اثر انگیزی کو جادو سے تعبیر کرتے تھے اور صاحب قرآن علیہ الصلوۃ والسلام کو نعوذ باللہ جادوگر کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

(1) وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (الاحقاف 7)

(اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے اور جھوٹا ہے۔)

صحابہ کرام کی ایک تعداد صرف قرآن سن کر مسلمان ہوئی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ اپنی بہن حضرت فاطمہؓ سے قرآن سن کر اسلام لائے تھے۔ اسی طرح عرب کا سب سے مشہور شاعر لبید بھی قرآن سن کر ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تھا۔

9- سچی پیش گوئیاں (True Fortellings)

قرآن مجید نے اپنے نزول کے وقت کئی امور و واقعات کے بارے

میں پیش گوئی کی تھی۔ اس کی تمام پیش گوئیاں حرف بحرف سچی ثابت ہوئیں۔ابھی آئندہ زمانے کے لیے بھی قرآن مجید کی کئی پیش گوئیاں موجود ہیں جن کا پورا ہونا ابھی باقی ہے۔ انشاء اللہ یہ سب پیش گوئیاں بھی اپنے اپنے وقت پر پوری ہو کر رہیں گی۔

مثال کے طور پر قرآن کی دو پیش گوئیاں جو پوری ہوئیں حسب ذیل ہیں:

(1) قرآن نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ اگر کفار مکہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تو خود ان کو بھی بہت جلد دنیا چھوڑنی پڑے گی۔ یہ پیش گوئی جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر پوری ہو گئی۔

قرآن کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا o (بنی اسرائیل 76)

اور اے نبیؐ! یہ کافر لوگ تو اس بات پر بھی تلے ہوئے ہیں کہ اس سرزمین سے آپؐ کے قدم اُکھاڑ دیں اور آپؐ کو یہاں سے نکال دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں گے تو پھر آپؐ کے بعد وہ بھی زیادہ دیر یہاں نہیں رہ سکیں گے۔)

(2) قرآن نے ایرانیوں کی رومیوں پر فتح ہونے کے موقع پر یہ پیش گوئی کی تھی کہ چند برسوں کے اندر اندر رومی دوبارہ ایرانیوں پر فتح حاصل کر لیں گے۔ یہ پیش گوئی بالکل پوری ہوئی۔

درج ذیل قرآنی آیات میں اسی واقعے اور پیش گوئی کی طرف اشارہ ہے:

غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ ۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ط

(رومی مغلوب ہو گئے ہیں' قریب کے علاقے میں۔ مگر وہ اپنی مغلوبیت کے بعد عنقریب غالب آئیں گے' چند برسوں میں۔)

....

مشقی سوالات

1- قرآن مجید کی خصوصیات بیان کریں؟

2- ''قرآن سراپا معجزہ ہے'' وضاحت کریں۔

3- قرآن مجید نے اپنے مخالفین کو کیا چیلنج دیا تھا اور اس کا اُن کی طرف سے کیا جواب دیا گیا؟

☆......☆......☆......☆......☆
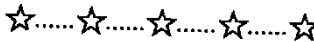
باب 4

جمع و تدوین قرآن

جمع و تدوین کا مفہوم:

یہ جاننا کہ قرآن مجید کن کن مرحلوں سے گزر کر ایک مرتب کتابی صورت میں سامنے آیا' اس علم کو"جمع و تدوین قرآن" کہتے ہیں۔

جمع کے معنی جمع کرنے اور تدوین کے معنی "مرتب کرنے" کے ہیں۔ قرآن کے جمع و تدوین کا مطلب یہ ہے کہ وہ کئی مراحل سے گزر کر ایک مرتب اور مکمل کتابی صورت (مصحف) میں ہمارے سامنے آیا۔

جمع و تدوین قرآن کا مقصد قرآن کی حفاظت کرنا تھا تا کہ جس طرح قرآن نازل ہوا ہے اُسی طرح من و عن (سارے کا سارا) ایک کتاب کی صورت میں امت کے پاس پہنچ جائے تا کہ اس کے الفاظ' ترتیب اور زبان میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہو۔

ویسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥ (الحجر 9)

(بے شک ہم نے اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔)

دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ قرآن کا جمع کرنا اور اُس کو کھول کر بیان کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔

ارشاد ہوا کہ:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ٥ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥ (القیامہ 17 تا 19)

(بے شک ہماری ذمہ داری ہے اس قرآن کو جمع کرنے کی اور اس کو پڑھ کر سنانے کی۔ پھر جب ہم اس کو پڑھ کر سنائیں تو آپؐ اس تلاوت کی پیروی کریں۔ پھر اسے کھول کر بیان کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیّت سے قرآن کی حفاظت مختلف طریقوں سے فرمائی ہے۔

عہد نبوی میں قرآن کی حفاظت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی حفاظت کا دو طریقوں سے انتظام فرمایا۔

1- اسے حفظ کے ذریعے محفوظ کر لیا جائے۔

2- اسے تحریر کے ذریعے محفوظ کیا جائے۔

اہل عرب غیر معمولی حافظے کے مالک تھے۔وہ اپنے قبیلے کا شجرۂ نسب یاد رکھتے اور ہزاروں اشعار یاد کر لیتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام کی ایک تعداد نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔سب سے پہلے حافظ قرآن خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ نے دو دفعہ پورا قرآن حضرت جبرئیل کو سنایا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن حفظ کرنے کی طرف درج ذیل آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ o اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ o

(القیامہ 16 تا 17)

(اے نبیؐ! آپؐ اس کو جلد سیکھنے کے لیے اپنی زبان کو تیز حرکت نہ دیں۔ اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھ کر سنانا ہماری ذمہ داری ہے۔)

حضورؐ کے علاوہ صحابہ کرام نے بھی آپؐ سے قرآن سیکھ کر اُسے حفظ کر لیا۔ ایسے صحابہ کرام کی تعداد سینکڑوں میں تھی جنھوں نے قرآن حفظ کیا تھا۔ یاد رہے کہ اُس دور میں قرآن کے حافظ کو قاری کہتے تھے۔ بعد میں حدیث کے عالم کو حافظ کہنے لگے اور آج کل قرآن کا حافظ ہوتا ہے۔

غزوۂ بئر معونہ کے موقع پر ستر (70) ایسے صحابہ شہید ہو گئے جو سب کے سب قرآن کے حافظ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ یمامہ کے موقع پر سات سو (700) حفاظ شہید ہوئے تھے۔

عہد نبوی میں جن صحابہ کرام نے قرآن حفظ کیا اُن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

4- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

5- حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

6- حضرت سعد رضی اللہ عنہ

7- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

8- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

9- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

10- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

11- حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

12- حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

13- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

14- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

15- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

16- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

ان میں سے آخری صحابی حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اتنا عمدہ طریقے سے تلاوت کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو نماز تراویح میں امام مقرر کیا تھا۔

ان حضرات کے علاوہ جن صحابیات نے پورا قرآن مجید حفظ کیا اُن میں سے چند مشہور نام یہ ہیں:

1- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

2- حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

3- حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

4- حضرت اُمّ ورقہ رضی اللہ عنہا

قرآن کے حفظ کا یہ سلسلہ عہد نبوی سے تاحال نسلاً بعد نسلٍ جاری ہے اور ہر زمانے میں ہزاروں لاکھوں حفاظ دنیائے اسلام میں ہر وقت موجود ہوتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ دنیا سے لکھا ہوا قرآن ناپید بھی ہوجائے جب بھی لاکھوں مسلمان اپنے حافظے کی مُدد سے اس کو پھر سے لکھوا سکتے ہیں۔ اس طرح قرآن مجید حفظ کے ذریعے ہر دور میں محفوظ رہا ہے۔

2- کتابت:

اگر چہ قرآن کی حفاظت کا اصل دارومدار حفظ ہی پر تھا لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی کتابت کا اہتمام بھی فرمایا۔ جتنا قرآن نازل ہوتا اُسے صحابہ کرام کے ذریعے آپؐ لکھوا لیتے اور جمع کر کے اپنے پاس رکھ لیتے۔ جن صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قرآن لکھا اُن کو کاتبین وحی کہا جاتا ہے۔

کاتبین وحی میں درج ذیل صحابہ شامل تھے:

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

4- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

5- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

6- حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

7- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

8- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

9- حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

10- حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ

11- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

12- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ

13- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

14- حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

عہد نبوی میں قرآن مجید کاغذ کی ایک کتاب کی صورت میں تحریر نہ تھا۔ بلکہ متفرق طور پر پتھر کی سلوں، چمڑے کے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں، کھجور کے پتوں اور چوڑی ہڈیوں پر لکھا گیا تھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رکھ دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام نے ذاتی طور پر بھی اپنے لیے قرآن کے مصاحف لکھ لیے تھے۔ ان میں درج ذیل لوگ شامل تھے :

1- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

2- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

3- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

4- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

5- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

6- حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

7- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

8- حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

9- تمیم داری رضی اللہ عنہ

جو قرآن حضورؐ کی نگرانی میں لکھا جاتا تھا اُسے موجودہ قرآنی ترتیب کے مطابق ہی لکھا جاتا تھا۔ آپؐ کاتبین وحی کو ہدایت فرما دیتے تھے کہ یہ آیتیں فلاں سورت یا آیت سے پہلے یا بعد لکھی جائیں۔ اس طرح قرآن مجید کی سورتوں اور آیتوں کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیٔ الٰہی کے مطابق رکھی۔ اس ترتیب میں سب سے پہلی سورت الفاتحہ ہے اور سب سے آخری سورت الناس ہے۔

قرآن کی یہ ترتیب توقیفی کہلاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے مطابق ہے اور اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور کا اجتہاد شامل نہیں۔ اس طرح قرآن کی نزولی ترتیب الگ تھی اور موجودہ ترتیب اس سے مختلف ہے کیونکہ نزولی ترتیب میں سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیتیں آتی ہیں۔

عہد صدیقی میں قرآن کی تدوین:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اور عہد صدیقی کی ابتدا میں قرآن تحریری طور پر ایک کتاب کی جلد میں مرتب نہیں تھا بلکہ مختلف اشیاء پر اس کے مختلف حصے اور اجزا لکھے ہوئے موجود تھے۔

خلافت صدیقی میں ایک جھوٹے مدعیٔ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ (11ھ) ہوئی جس میں بہت سے حفاظ صحابہ کرام شہید ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے یا دنیا سے رخصت ہو گئے تو پھر قرآن کی حفاظت کیسے ہو گی۔چنانچہ انہوں نے خلیفۂ رسولؐ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ قرآن مجید کو ایک کتاب کی صورت میں لکھوا کر محفوظ کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس تجویز پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ جو کام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ اسے کیسے کر سکتے ہیں؟

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ برابر اپنی رائے پر اصرار کرتے رہے۔ آخر کئی روز کے پیہم اصرار کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کر لیا اور وہ یہ کام کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔

اس کام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اُن سے مشورہ کیا۔ اور جب وہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے تو اُن کو قرآن جمع کرنے اور اسے کتابی صورت میں لکھوانے کا حکم دیا۔

حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ واقعی اس کام کے اہل تھے۔ وہ جوان اور سمجھ دار تھے۔ عہد نبوی میں کاتب وحی رہ چکے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہی اُن کا گھر تھا۔ وہ قرآن کے حافظ بھی تھے۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود اُن کا کہنا تھا کہ:

"اللہ کی قسم! اگر مجھے پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو یہ میرے لیے اس کام سے زیادہ آسان تھا۔"

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قرآن جمع کرنے کے لیے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو قرآن جمع کرنے والی کمیٹی کا صدر مقرر کیا۔ اس کمیٹی میں کئی جلیل القدر صحابہ کرام شامل تھے۔

قرآن جمع کرنے کا طریقہ:

چنانچہ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے قرآن جمع کرنے کا کام شروع کر دیا۔ لوگوں میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کی لکھی ہوئی آیات موجود ہوں وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس لے آئے۔ جب کوئی آدمی ان کے پاس قرآن کی لکھی ہوئیں آیتیں لے کر آتا تو چار طریقوں سے اُن کی تصدیق کی جاتی:

1- حضرت زید بن ثابت انصاریؓ جو اپنے حافظے سے اُس کی تصدیق کرے۔

2- کوئی لکھی ہوئی آیت اُس وقت تک قبول نہ کی جاتی جب تک دو معتبر گواہ یہ گواہی نہ دیتے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں۔

3- پھر ان آیتوں کا موازنہ (Comparison) ان دوسرے مجموعوں اور مصاحف سے کیا جاتا جو بعض صحابہ کرام کے پاس تھے۔

اتفاق سے ایک آیت ایسی تھی جو صرف حضرت خزیمہ انصاریؓ کے پاس لکھی ہوئی موجود تھی۔ یہ سورۂ توبہ کی درج ذیل آیت تھی:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (التوبہ 128)

(بے شک تمہارے پاس اللہ کا رسولؐ آ گیا ہے جو تمہیں میں سے ہے تمہارا نقصان میں پڑنا اُس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا خواہش مند ہے اور ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔)

اس آیت پر دو گواہیاں نہ ہونے کے باوجود اسے قبول کر لیا گیا کیونکہ یہ آیت سیکڑوں حفاظ کو زبانی یاد تھی۔ اگر چہ سوائے حضرت خزیمہ انصاریؓ کے کسی پاس لکھی ہوئی موجود نہ تھی۔

دوسرے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک دفعہ حضورؐ نے حضرت خزیمہؓ کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ لہذا اس بنیاد پر بھی یہ آیت جمع کر لی گئی۔

اس طرح حضرت زید بن ثابت انصاریؓ نے نہایت درجہ احتیاط کے ساتھ ایک سال کی مدت میں سارا قرآن جمع کر لیا اور اسے ایک کتاب کی صورت میں پیش کر دیا۔ اس نسخے میں ہر سورت الگ صحیفے میں درج تھی اور اس کا نام ''مصحف اُم'' یا ''مصحف امام'' رکھا گیا۔

اس نسخے کی چند خصوصیات یہ تھیں:

1- اس میں قرآنی آیات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ترتیب ،

کے مطابق درج کیا گیا۔

2- اس میں سورتوں کو ملا کر نہیں لکھا گیا تھا بلکہ ہر سورت کو الگ الگ رکھا گیا۔

3- اس میں ساتوں حروف (سبعہ احرف یا قراء ات) جمع تھے۔

4- اسے خط حمیری میں لکھا گیا تھا۔

5- اسے لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک ایسا نسخہ مرتب ہو جائے جس پر تمام اُمت کی مہر تصدیق ثبت ہو اور ضرورت کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

عثمانی دور میں تدوین قرآن:

حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کا مرتب کیا ہوا قرآن جسے ''مصحف الام'' یا ''مصحف الامام'' کا نام دیا گیا تھا' دورِ صدیقی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد یہ مصحف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور اُن کی شہادت کے بعد یہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کے پاس رکھا گیا۔

لیکن دور عثمانی میں جب اسلام عرب سے نکل کر ایران و روم اور دوسرے عجمی ممالک تک پھیل گیا تو عجمی لوگوں کے لیے ایک نیا مسئلہ اُٹھ کھڑا ہو۔ یہ قراء ت کے اختلاف کا مسئلہ تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذر بائیجان کے محاذ پر جہاد میں شریک تھے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ قرآن

کی قراءت کے حوالے سے اختلاف کر رہے ہیں۔ مدینے واپس آ کر اُنہوں نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس مسئلے کی جانب متوجہ کیا تو انہوں نے صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن کے سامنے یہ رائے رکھی کہ مصحف امام کی نقلیں تیار کر کے ملک کے تمام صوبوں میں بھجوا دی جائیں۔ قرآن صرف قریش کے لہجے میں لکھا اور پڑھا جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریشی تھے' افصح العرب تھے اور قرآن قریش ہی کے لہجے میں اُترا تھا۔

تمام صحابہ کرام نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس رائے کی تائید کی۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنھا کے ہاں سے مصحف الامام (مصحف ام) منگوا لیا۔ پھر ایک چار رکنی کمیٹی تشکیل دی جن میں درج ذیل صحابہ کرام شامل تھے۔

1- حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ
2- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ
3- حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ
4- حضرت عبدالرحمٰن بن ہشام رضی اللہ عنہ

ان اصحاب کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ مصحف امام (یا مصحف ام) کو مرتب صورت میں لکھ کر کتابی شکل دیں۔ اس پر انہوں نے اس کام کو اس طریقے سے سرانجام دیا کہ:

1- تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ملا کر ایک مصحف میں لکھا۔

2- پھر قرآن کے کل سات نسخے تیار کیے۔ (جو بعد میں حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ کے حکم سے کوفہ' بصرہ' شام' مکہ' یمن اور بحرین بھجوا دیے گئے اور اُن کے ساتھ ایک ایک قاری بھی اُسے پڑھ کر سنانے کے لیے بھیجا گیا۔

3- قرآن کا رسم الخط ایسا اختیار کیا گیا جس میں (قریش کی) تمام قراء تیں اور لہجے سما جائیں۔

4- قرآن مجید کے سات معیاری نسخے اور نقلیں تیار کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ تمام انفرادی نسخے جو مختلف صحابہ کرام کے پاس ذاتی طور پر تھے اُن کو نذر آتش کر دیا۔ تا کہ مسلمانوں کے درمیان قرآن پڑھنے کے بارے میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے۔

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک نسخہ مدینے میں اپنے پاس رکھا اور باقی چھ (6) نسخے ملک کے دوسرے صوبوں...... کوفہ' بصرہ' شام' مکہ' یمن اور بحرین بھجوا دیے۔ ساتھ ہی اُن کو پڑھ کر سنانے والا ایک ایک قاری بھی ہر جگہ بھیج دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس کام کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام نے پسند کیا۔ امت مسلمہ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے اور یہ اُن کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔

چند متفرق معلومات

افادۂ عام کے لیے ذیل میں قرآن مجید کے بارے میں چند متفرق معلومات دی جا رہی ہیں:

1- آیت

آیت کے معنی ''نشانی'' کے ہیں۔ تمام سورتیں آیتوں کا مجموعہ ہیں۔

2- سورت:

سورت کے لفظی معنی ''فصیل'' یا ''شہر پناہ'' کے ہیں۔ قرآن مجید کی کل 114 سورتیں ہیں قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیٔ الٰہی کے مطابق مرتب کیا ہے۔

3- نقطے اور اعراب:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مرتب کردہ مصاحف میں نقطے اور اعراب نہیں تھے کیونکہ اس وقت تک ان کے لکھنے کا رواج نہ تھا۔ بعد میں ابو الاسود الدولی نے قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگائے۔

4- منزل:

قرآن پاک کی ہفتہ وار تلاوت کے لحاظ سے صحابہ کرام بالخصوص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو سات منزلوں میں تقسیم کیا تھا۔

پہلی منزل .... سورۂ فاتحہ سے سورۂ نساء تک

دوسری منزل	....	سورۂ مائدہ سے سورۂ توبہ تک
تیسری منزل	....	سورۂ یونس سے سورۂ نحل تک
چوتھی منزل	....	سورۂ بنی اسرائیل سے سورۂ فرقان تک
پانچویں منزل	....	سورۂ شعراء سے سورۂ یٰسٓ تک
چھٹی منزل	....	سورۂ صافات سے سورۂ حجرات تک
ساتویں منزل	....	سورۂ قٓ سے سورۂ الناس تک

5- رکوع:

قرآن کے کل رکوع (558) ہیں۔ ان کی مقدار کا تعین اس اعتبار سے کیا گیا ہے کہ نماز کی ایک رکعت میں اسے آسانی سے پڑھا جا سکے۔

6- سیپارے (اجزا):

قرآن مجید کو ایک مہینے میں پڑھ کر ختم کرنے کے لحاظ سے اسے تیس (30) برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ان کو عربی میں اجزاء اور فارسی میں سیپاروں کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں مضمون کا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ صرف حجم لحاظ رکھا گیا ہے۔

....

مشقی سوالات

1- جمع و تدوین قرآن سے کیا مراد ہے۔ عہد نبوی میں قرآن کی حفاظت کن دو طریقوں سے کی گئی؟

2- کوئی سے اُن چھ (6) صحابہ کرام کے نام لکھیں جنہوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا۔

3- کوئی سی اُن تین (3) صحابیات کے نام لکھیں جنہوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا۔

4- کوئی سے پانچ کاتبین وحی کے نام لکھیں۔

5- عہد صدیقی میں قرآن کی تدوین کیسے ہوئی۔ تفصیل سے بیان کریں۔

6- عہد عثمانی میں قرآن کے جمع و تدوین کی تفصیل لکھیں۔

7- درج ذیل قرآنی۔ اصطلاحات کی تشریح کریں:

آیت۔سورت۔منزل۔رکوع۔اجزا (سیپارے)

☆......☆......☆......☆......☆

باب 5

مکی اور مدنی سورتیں

1- مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم اور تعریف:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے قریباً تئیس (23) سال کے عرصے میں قرآن نازل ہوا۔ بعثت نبوی کے بعد تیرہ (13) برس آپؐ مکہ مکرمہ میں رہے اور پھر وہاں سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے گئے' جہاں آپؐ دس برس قیام پذیر رہے اور اس کے بعد انتقال فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید مکے اور مدینے دونوں مقامات پر نازل ہوتا رہا۔ اسی لحاظ سے قرآن مجید کی سورتوں کو مکی اور مدنی سورتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

لیکن مکی اور مدنی سورتوں کی تعریف میں اختلاف ہے۔ زیادہ صحیح تعریف۔ یہ ہے کہ:

"مکی سورت یا آیت وہ ہے جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئی خواہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہو یا کہیں اور جگہ۔"

"مدنی سورت یا آیت وہ ہے جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی قطع نظر اس سے کہ وہ مدینے میں نازل ہوئی یا کسی اور مقام پر۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ مکی اور مدنی سورتوں کی تقسیم بظاہر مقامات کے لحاظ سے ہے لیکن حقیقت میں یہ تقسیم سورتوں کے زمانہ نزول کے

اعتبار سے ہے اور ان کا تعلق مکی دور اور مدنی دور سے ہے۔ لہذا یہ تقسیم مقامی نہیں بلکہ زمانی ہے۔

بعض اوقات پوری سورت مکی ہوتی ہے یا مدنی ہوتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی سورت کی بعض آیتیں مکی اور بعض مدنی ہوتی ہیں۔

مکے اور مدینے کے حالات مختلف تھے۔ اسلام کی دعوت مکے میں ابتدائی مراحل میں تھی اور مدینے میں جا کر تکمیل پذیر ہوئی۔ پھر دونوں مقامات کے لوگ بھی مختلف قسم کے تھے۔ مکے میں قرآن مجید کے مخاطب مشرکین تھے۔ مدینے میں یہودیوں' منافقین اور عیسائیوں سے واسطہ پڑا۔ اس وجہ سے مکی اور مدنی سورتوں کے انداز بیان اور مضامین میں بھی فرق پیدا ہو گیا۔

مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان صحابہ کرام کے اقوال سے ہوتی ہے یا پھر غور و خوض کر کے اجتہاد اور قیاس سے بھی ان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

2- مکی سورتوں کی خصوصیات اور پہچان:

مکی سورتوں کی چند خصوصیات حسب ذیل ہیں ان سے ان کی پہچان بھی ہو جاتی ہے:

(1) وہ سورتیں جن میں سجدۂ تلاوت ہے وہ مکی ہیں سوائے سورہ الحج کے۔

(2) وہ سورتیں جن میں لفظ كَلَّا (ہرگز نہیں) استعمال ہوا ہے وہ مکی ہیں۔ مدنی سورتوں میں یہ لفظ نہیں آیا۔

(3) مکی سورتوں میں عام طور پر يَا أَيُّهَا النَّاسُ (اے لوگو) کے الفاظ سے

خطاب شروع ہوتا ہے اور مدنی سورتوں میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو) کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔

(4) مکی سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات آئے ہیں جیسے الٓمّٓ۔ الٓرٰ اور قٓ وغیرہ۔ لیکن اس قاعدے سے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران مستثنٰی ہیں۔ یہ دونوں سورتیں اگرچہ حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں لیکن یہ مدنی ہیں۔

(5) مکی سورتوں میں عام طور پر گذشتہ قوموں اور اُن کے پیغمبروں کے واقعات ملتے ہیں۔

(6) مکی سورتوں میں عربوں کے اسلوب کے مطابق قسمیں کھا کر مضمون بیان کیا گیا ہے۔

(7) مکی سورتیں عام طور پر مختصر ہوتی ہیں۔

(8) مکی سورتوں میں عقائد کی اصلاح پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور اعمال کی اصلاح اور اُن کے بارے میں احکامات مدنی سورتوں میں ملتے ہیں۔

(9) مکی سورتوں کا اسلوب بڑا پرشکوہ، ہم آہنگ اور زور دار ہے۔

(10) جن سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کا قصہ بیان ہوا ہے وہ سب مکی ہیں سوائے سورۂ بقرہ کے۔

3- مدنی سورتوں کی خصوصیات اور پہچان

(1) مدنی سورتیں اور آیتیں عام طور پر طویل ہیں۔

(2) مدنی سورتوں میں زیادہ تر عبادات اور معاملات وغیرہ سے متعلق

احکامات دیے گئے ہیں مثلاً روزہ، حج اور قربانی وغیرہ کے بارے میں جو احکام ہیں وہ سب مدنی سورتوں میں ہیں۔

(3) جن سورتوں اور آیتوں میں جہاد کا حکم دیا گیا ہے وہ مدنی ہیں۔

(4) جن سورتوں میں اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے وہ سب مدنی ہیں۔

(5) جن سورتوں اور آیتوں میں منافقین کا ذکر ہے وہ بھی مدنی ہیں۔

(6) مدنی سورتوں کا انداز بیان اور اسلوب نرم، آسان اور سادہ ہے۔

اِس طرح قرآن حکیم نے اپنے مخاطبین کے بدلنے کے ساتھ ہی اپنا لہجہ اور انداز بدل کر اُن سے خطاب کیا ہے۔ یہی فطری تعلیم کا طریقہ ہوتا ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں کی پہچان سے ناسخ و منسوخ احکام کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے جس سے قرآن فہمی کی راہ آسان ہو جاتی ہے۔

....

مشقی سوالات

1- مکی اور مدنی سورتوں سے کیا مراد ہے؟ ان کی الگ الگ تعریف لکھیں۔

2- مکی سورتوں کی ایسی خصوصیات بیان کریں جن سے اُن کی پہچان ہوتی ہو۔

3- مدنی سورتوں کی خصوصیات تحریر کریں۔

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

باب 6

علم ناسخ ومنسوخ

علوم القرآن میں علم و ناسخ ومنسوخ کی بحث کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس علم کی روشنی میں قرآن مجید کی منسوخ اور اُن کی ناسخ آیتوں کا پتہ چلتا ہے جس سے قرآنی احکام کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے تا کہ پہلے حکم کو منسوخ اور بعد والے حکم کو اُس کا ناسخ مان کر اُس پر عمل کیا جائے۔

1- نسخ کا مفہوم

عربی زبان میں نسخ کے لغوی معنی ''کسی چیز کو ہٹانے'' دُور کرنے یا زائل کرنے'' کے ہیں۔

اصطلاح میں نسخ کی تعریف یہ کی گئی ہے:

''کسی شرعی دلیل کی بنیاد پر کسی دینی حکم کا اُٹھ جانا اور باقی نہ رہنا نسخ ہے۔''

(رَفْعُ الْحُکْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِیْلٍ شَرْعِيٍّ)

2- قرآن اور نسخ:

قرآن مجید سے نسخ کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ (البقرہ 106)

(ہم جس آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اسے نظر انداز کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں نسخ ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے قرآن میں نسخ کا انکار کیا ہے لیکن اُن کی یہ رائے صحیح نہیں ہے۔

3- نسخ کی ایک مثال

قرآن مجید میں کئی ناسخ و منسوخ آیتیں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ارشاد الٰہی ہے کہ:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَةً ، ذٰلِکَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَاَطْھَرُ ،

(اے ایمان والو! جب تم رسولؐ سے کوئی راز دارانہ بات کرو تو پہلے کچھ صدقہ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ لیکن اگر تم اس کی طاقت نہ رکھو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

مذکورہ آیت میں پہلا حکم دیا گیا پھر یہ حکم اس سے اگلی آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اس کی ناسخ آیت یہ ہے:

ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقٰتٍ ، فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ، وَاللّٰهُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المجادلہ 13)

(کیا تم اس حکم سے ڈر گئے کہ نبیؐ سے اپنی راز کی بات کرنے سے پہلے صدقہ دینا پڑے گا؟ اب اگر تم ایسا کرو تو اللہ نے تمہیں معاف کیا۔ لہٰذا تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی

اطاعت کرو۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے۔)

4- نسخ میں حکمت

معلوم ہے کہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا گیا اور اس کے احکام ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوئے بلکہ مختلف حالات میں مختلف احکام تدریج کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ انفرادی اور اجتماعی طور پر لوگوں کے برے اخلاق' اُن کی بری عادات اور اُن کے غلط رسم و رواج کی اصلاح پیش نظر تھی۔ ناسخ و منسوخ کا علم قرآن کے اسی تدریجی نزول کے بارے میں ہے۔ اس علم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کون سی آیات اور اُن کے احکام پہلے نازل ہوئے' کون سے احکام بعد میں نازل ہوئے اور کن پہلے احکام کی جگہ بعد کے احکام نے لے لی۔ کون سی پہلی آیت کا حکم بعد والی آیت کے کس حکم سے منسوخ ہوا۔ کیونکہ انسانی تربیت کا تقاضا یہی تھا کہ فطری طریقے سے آسان سے مشکل کی طرف بڑھا جائے۔ ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کی طرف قدم اُٹھائے جائیں۔ ان میں تدریجی ارتقا کو ملحوظ رکھا جائے اور ایک جاہلی معاشرے کو آہستہ آہستہ اسلامی معاشرے میں تبدیل کیا جائے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا کوئی حکم منسوخ کیوں کرنا پڑا؟ کیا اُسے پہلے سے اس کا علم نہ تھا۔ وہ بعد کا حکم پہلے نازل کر دیتا تا کہ اُسے اپنا کوئی حکم منسوخ نہ کرنا پڑتا کیونکہ اس سے اُس کے علم کامل پر حرف آتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ناسخ و منسوخ کے تدریجی احکام انسانوں کی ضرورت ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے علم کا نقص نہیں ہیں۔ انسانوں کی اصلاح و تربیت کے لیے تدریج ضروری ہے ورنہ انسانی عادات و اطوار کی اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔ ویسے اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ اُس کا علم بھی ہر شے کو محیط ہے۔ پھر وہ اپنی مخلوق کو جو چاہے حکم دے سکتا ہے اور اپنے گذشتہ حکم کو جب چاہے بدل سکتا ہے۔ کوئی اُس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ وہ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ (جو چاہے کر گزرنے والا) ہے۔ (البروج 16)

خود قرآن مجید اپنے سے پہلی الہامی کتابوں کا ناسخ ہے اور جو لوگ قرآن مجید کے اندر نسخ کے قائل نہیں ہیں وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کے نازل ہو جانے کے بعد پہلی تمام الہامی کتب منسوخ ہو چکی ہیں۔

پہلی کتابوں کے احکام کسی خاص قوم یا خاص ماحول سے متعلق تھے اور قرآن مجید عالمگیر کتاب ہے اور سارے جہان کے لیے ہدایت ہے اس لیے اس نے پہلی تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا۔

5- منسوخ آیتوں کی تعداد

امت میں نسخ کے مفہوم کے اختلاف کی وجہ سے منسوخ آیتوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ پہلے دور کے علماء نے نسخ کو بعض دوسرے معنوں (تخصیص، تقیید اور استثناء) میں لے کر منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو (500) تک بڑھا دی۔ اس طرح قرآن مجید کا کوئی حکم منسوخ ہونے سے نہ بچا۔ بعد کے علماء نے نسخ کو نئی اصطلاح بنا کر منسوخ آیتوں کی تعداد کم دی۔

امام سیوطیؒ (متوفّٰی 911ھ) نے اپنی کتاب ''الاتقان'' میں منسوخ آیات کی تعداد اکیس (21) لکھی ہے۔

ڈاکٹر صبحی صالح نے اپنی کتاب ''مباحث فی علوم القرآن'' میں منسوخ آیتوں کی تعداد دس (10) بیان کی ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب ''الفوز الکبیر'' میں پانچ (5) آیتوں کو منسوخ مانا ہے۔

گویا اس آخری قول سے منسوخ آیات کی تعداد ابھی مزید کم ہونے کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

....

مشقی سوالات

1- نسخ سے کیا مراد ہے؟ قرآن سے نسخ کی کوئی مثال پیش کریں۔

2- نسخ میں کیا حکمت ہو سکتی ہے؟ وضاحت سے بیان کریں۔

3- علم ناسخ و منسوخ جاننے سے قرآن فہمی میں کیا مدد مل سکتی ہے؟

4- قرآن میں منسوخ آیتوں کی تعداد کے بارے میں کیا اختلاف ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

☆......☆......☆......☆......☆

باب 7

شانِ نزول (اسبابِ نزول)

1- شانِ نزول (سبب کا مفہوم):

شانِ نزول (اسبابِ نزول) سے مراد وہ خاص پس منظر (Background) اور حالات و واقعات ہیں جن میں قرآن کی بعض آیتیں یا سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ ان احوال کو جانے بغیر ان آیتوں کا صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر آیت اور سورت کا کوئی خاص شان نزول ہو۔ اس لیے قرآنی آیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- ایک وہ جن کا کوئی شان نزول ہے۔

2- دوسری وہ جن کا کوئی شان نزول نہیں ہے۔

تا ہم یہ ایک حقیقت ہے کہ جن آیتوں کا کوئی خاص شان نزول ہے اُس کو جانے بغیر قرآن مجید کے اُس مقام کو نہ تو صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور نہ اُس کی درست تفسیر ہو سکتی ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ 158)

(بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لیے جو
شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ
ان دونوں کے درمیان سعی کے پھیرے لگائے۔ اور جو کوئی خوشی سے
کوئی نیکی کرے تو اللہ قدر دان ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔)

بظاہر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حاجی کے لیے اور عمرہ کرنے
والے کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (تیز چلنا) ضروری نہیں ہے۔
کوئی سعی کرے یا نہ کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن حقیقت میں ایسا
نہیں ہے بلکہ عمرہ یا حج کرنے والے کے لیے سعی کرنا واجب اور ضروری ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ دور جاہلیت میں مشرکین نے ان دونوں
مقامات پر دو بت...... اُساف اور نائلہ رکھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کو ان
مقامات کی سعی کرنے میں تردد ہوا تو فرمایا گیا کہ ان کی سعی کرنے میں کوئی
مضائقہ نہیں۔ پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کی سعی فرمائی تو
اب یہ کام واجب اور ضروری ٹھہرا۔

شان نزول کی ایک اور مثال یہ ہے کہ جب قریش نے یہود کے
مشورے سے ذوالقرنین بادشاہ کے قصے کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے سوال کیا تو اس موقع پر یہ آیت اُتری:

وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ
ذِكْرًا ۝ (الکہف 83)

(اور اے نبیؐ! وہ آپؐ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے
ہیں۔ آپؐ کہیں کہ "میں اُس کا کچھ حال تمہیں سناتا ہوں۔")

2- شانِ نزول کی اہمیت

قرآن مجید کو سمجھنے اور اس کی تفسیر جاننے کے لیے آیات کا شان نزول بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس حوالے سے چند اقوال ملاحظہ ہوں:

1- امام سیوطیؒ (متوفی 911ھ) لکھتے ہیں کہ بعض محققین علماء نے کہا ہے کہ:

جو شخص سورتوں اور آیتوں کے شان نزول سے واقف نہ ہو اُس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قرآن مجید کی تفسیر بیان کرے۔"

2- امام شاطبیؒ (متوفی 790ھ) کہتے ہیں کہ:

"جو شخص قرآن مجید کو سمجھنا چاہتا ہے اس کے لیے سبب نزول (شان نزول) کا جاننا بہت ضروری ہے۔"

3- امام ابن تیمیہؒ (متوفی 728ھ) کی رائے یہ ہے:

"سبب نزول (شان نزول) جان لینے سے آیت کا مطلب سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔"

3- شان نزول کے بارے میں ایک اہم اصول:

شان نزول کے بارے میں علمائے تفسیر اور علمائے اصول کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ:

الفاظ کے عام ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور اسے کسی موقع کی وجہ سے خاص نہیں سمجھا جائے گا۔

(اَلْعِبْرَةُ بِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا بِخُصُوْصِ السَّبَبِ)

مطلب یہ ہے کہ جن آیات کا کوئی خاص شان نزول ہوتا ہے اُن کے حکم کو صرف مخصوص موقع ہی کے لیے ضروری نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کے حکم کو عام قرار دیا جاتا ہے۔

چنانچہ یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ فلاں آیت فلاں شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہٰذا اس کے بارے میں جو حکم آیا ہے وہ بھی اسی شخص کے ساتھ خاص ہے بلکہ وہ حکم عام بھی ہوسکتا ہے اور سب کے لیے ہوسکتا ہے۔

مثال کے طور پر سورۂ مجادلہ میں ظہار کے بارے میں جو آیات اُتری ہیں وہ اگر چہ دو خاص میاں بیوی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں لیکن ظہار کا حکم عام ہے۔ صرف انہی میاں بیوی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور دوسروں پر بھی اس حکم کا اطلاق (Apply) ہوسکتا ہے۔

یہی معاملہ قرآن مجید کی دوسری آیات کا بھی ہے۔

4- ایک آیت یا سورت کے کئی شان نزول:

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں بعض آیتوں یا سورتوں کے ایک سے زیادہ شان نزول لکھے ہوتے ہیں۔ اور ان کی تعداد بعض اوقات بیس (20) تک پہنچ گئی ہے۔ اس سے ایک عام قاری کے ذہن میں سخت اُلجھن پیدا ہوتی ہے اور وہ کچھ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟

درحقیقت کسی آیت کا صرف ایک ہی شان نزول ہوتا ہے لیکن صحابہ کرام اور تابعین جب یہ دیکھتے تھے کہ فلاں آیت یا سورت کے حکم کا اطلاق

(Application) کسی اور واقعے پر بھی ہوتا ہے تو وہ اس دوسرے واقعے کو بھی اُسی آیت کا شان نزول قرار دے دیتے تھے۔

اس بارے میں امام زرکشیؒ نے اپنی کتاب ''البرہان فی علوم القرآن'' میں لکھا ہے کہ:

''صحابہ اور تابعین کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کہتے ہیں کہ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ كَذَا (یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی ہے) تو اس سے اُن کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ صرف یہی واقعہ اس آیت کا شان نزول ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کا اطلاق اس دوسرے واقعے پر بھی ہوتا ہے۔''

لیکن تفسیری کتب میں موجود کئی شان نزول والی آیت یا سورت کا اصل شان نزول معلوم کرنا خاصا مشکل کام ہوتا ہے اور اس میں بڑی تحقیق (Research) اور غور وخوض کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک مفسر کے لیے یہ بڑا امتحان ہوتا ہے کہ وہ مختلف شان نزول رکھنے والی آیت کا صحیح شان نزول معلوم کرے۔

5- شان نزول کے بارے میں کتابیں:

شان نزول (اسباب نزول) کے موضوع کی اہمیت کے پیش نظر بعض علماء نے اس پر اپنی مستقل کتب بھی لکھی ہیں۔

مثال کے طور پر:

1- امام واحدی کی اسباب النزول

2- امام سیوطی کی لباب المنقول فی اسباب النزول

ان کے علاوہ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں بھی کئی آیتوں اور سورتوں کے شان نزول بیان کر دیے گئے ہیں جیسے

1- صحیح بخاری کی کتاب التفسیر

2- تفسیر ابن جریر طبری

3- تفسیر ابن کثیر

ان کتب میں شان نزول سے متعلق تمام بحثیں مل جاتی ہیں۔

....

مشقی سوالات

1- شان نزول (سبب نزول) سے کیا مراد ہے۔ قرآن مجید سے اس کی کوئی مثال بیان کریں۔

2- شان نزول کی اہمیت بیان کریں اور مثالیں دیں۔

3- شان نزول کے بارے میں علمائے اصول کا کیا مسلمہ اصول ہے۔ اس اصول کی وضاحت کریں۔

4- کسی آیت یا سورت کے کئی کئی شان نزول ہونے کا کیا مطلب ہے؟

5- آیتوں اور سورتوں کے شان نزول (اسباب نزول) کی بحث کن کتابوں میں ملتی ہے؟

☆......☆......☆......☆......☆

باب 8

محکمات اور متشابہات

قرآن مجید کی آیتوں کی تقسیم محکمات اور متشابہات کے حوالے سے بھی کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں بعض آیتیں محکم کہلاتی ہیں اور بعض متشابہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ (آل عمران 7)

(اے نبیؐ! اللہ نے آپؐ پر وہ کتاب نازل کی ہے جس کی بعض آیتیں محکمات ہیں جو اصل کتاب ہیں۔ اور بعض آیتیں متشابہات ہیں۔)

اس سے معلوم ہوا کہ خود قرآن نے اپنی آیات کی تقسیم محکمات اور متشابہات کے نام سے کر دی ہے۔

1- محکمات یا محکم آیات:

محکمات یا محکم آیات وہ ہیں جن کا مطلب بڑا واضح اور صاف صاف ہوتا ہے۔ جو آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہیں اور جن کا مفہوم متعین ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر درج ذیل آیات کو محکمات میں شمار کیا جائے گا:

ا۔ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (البقرہ 163)

(اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔)

اس جگہ یہ فرمایا گیا ہے کہ تمام انسانوں کے لیے ایک ہی معبود ہے۔ دو معبود ہرگز نہیں ہیں۔ ایک اللہ کی عبادت ہونی چاہیے جو کہ سچا اور حقیقی معبود ہے۔ ایک سے زیادہ معبودوں کی عبادت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے ہی نہیں۔ گویا یہاں توحید کا مفہوم بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔

ب۔ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ (البقرہ 275)

(اور اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور ربا یعنی سود کو حرام قرار دیا ہے۔)

اس مقام پر قرآن نے واضح طور پر تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے اور اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

محکمات میں بنیادی عقائد (توحید، رسالت اور آخرت وغیرہ) احکام، حلال و حرام اور گذشتہ قوموں کے واقعات شامل ہیں۔

2۔ متشابہات (متشابہ آیات):

متشابہات یا متشابہ آیات سے مراد قرآن کی وہ آیتیں ہیں جن کے معنی واضح نہ ہوں۔ جن کا مفہوم پوری طرح سمجھا نہ جا سکے، جن کی کیفیت ہماری عقل سے ماوراء ہو اور جن کی کئی مختلف تاویلیں (Interpretations) ہو سکتی ہوں۔

مثال کے طور پر درج ذیل آیات کو متشابہات قرار دیا جا سکتا ہے:

ا۔ الٓمّٓ (الف' لام' میم) البقرہ 1

یہ حروف مقطعات ہیں اور متشابہات میں سے ہیں۔

(ب) اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۔ (طٰہٰ 5)

(رحمان عرش پر قائم ہوا)

اللہ تعالیٰ کا عرش کیسا ہے اور وہ اس پر کیسے قائم ہے۔ ان سوالوں کا کوئی واضح جواب نہیں ہے۔ اس لیے یہ آیت بھی متشابہات میں سے ہے۔

3- محکمات اور متشابہات کے بارے میں دو قسم کے رویے:

پھر قرآن مجید نے اپنی ان دونوں قسم کی آیات کے بارے میں مختلف لوگوں کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ج وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (م) وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ لا كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ج وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ہ (آل عمران 7)

(پھر جن لوگوں کے دل میں ٹیڑھ ہو وہ متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ کوئی فتنہ تلاش کریں اور اصل مطلب تلاش کریں۔ حالانکہ اصل مطلب صرف اللہ جانتا ہے۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں۔ کہ "ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب ہمارے رب کی طرف سے

ہیں اور عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔)

گویا اہل علم کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محکمات کو مانتے ہیں اور اُن کی پیروی کرتے ہیں۔ ان کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ لیکن متشابہات کو مان لینے کے بعد اُن کی کھوج کرید میں نہیں پڑتے۔ جو کچھ اور جتنا کچھ بتایا جاتا ہے اُسی پر قناعت کرتے ہیں۔ جس بات کا مفہوم واضح اور متعین نہیں کیا گیا اُسے واضح اور متعین کرنے کی بیکار کوشش نہیں کرتے۔

مگر جن لوگوں کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ ہو وہ محکمات سے زیادہ متشابہات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ متشابہات کی نت نئی تاویلیں کرتے ہیں۔ جن امور میں انسانی عقل کی رہنمائی کچھ کام نہیں دیتی وہاں وہ اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ جس بات کا مفہوم واضح اور متعین نہیں کیا گیا اُسے واضح اور متعین کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ عملی احکام سے منہ توڑ کر ذہنی ورزشوں (Mental Exercises) میں مشغول ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔

4- امام مالک ؒ کا قول:

کسی شخص نے امام مالک ؒ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر قائم اور متمکن ہونے کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا:

اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ ۔ وَالْكَيْفُ مَجْهُوْلٌ ۔ وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ۔ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ ۔

(استواء یعنی اللہ کا عرش پر قائم اور متمکن ہونا معلوم ہے ۔اور کیفیت

نامعلوم ہے۔ اور اس پر ایمان لانا واجب اور ضروری ہے۔ اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔)

متشابہات کے بارے میں امام مالکؒ کا نقطۂ نظر کتنا بصیرت افروز اور اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے!

در اصل متشابہات کے ذریعے لوگوں کی آزمائش ہوتی ہے کہ وہ ایمان بالغیب لاتے ہیں یا نہیں لاتے۔ عقل سے ماورا چیز کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے۔ وحی کی پیروی کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ خدا پرستی کو اختیار کرتے ہیں یا خواہش پرستی کو۔

....

مشقی سوالات

1- دلیل سے ثابت کیجیے کہ "قرآن میں بعض آیتیں محکمات ہیں اور بعض متشابہات ہیں۔"

2- دو محکم آیات کی مثالیں دیں۔

3- دو متشابہ آیات کی مثالیں دیں۔

4- محکم اور متشابہ آیتوں کے بارے میں اہل علم اور گمراہ لوگوں کا الگ الگ رویہ بیان کریں۔

5- امام مالکؒ نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر قائم ہونے کا کیا مطلب بیان کیا تھا؟

باب 9

علم تفسیر

1- تفسیر کے معنی:

تفسیر کے لغوی معنی ''ظاہر کرنے'' اور ''کھول کر بیان کرنے'' کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد ''قرآن کی تشریح کرنا'' ہے۔

2- علم تفسیر کا ابتدائی دور:

تفسیر کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور آج پہلے سے زیادہ اس کی ضرورت ہے۔

تفسیر کی ابتدا عہد نبوی سے ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے سب سے پہلے مفسرؒ شارح اور ترجمان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا تھا۔

قرآن کی تشریح اور وضاحت کا کام حضورؐ کی نبوت کے فرائض میں شامل تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران 164)

(بے شک اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ انہی میں سے اُن کے درمیان ایک رسولؐ بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں سناتا' اُنہیں پاک کرتا اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے)

اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کا کام قرآن سنانا اور سکھانا بھی تھا۔ یہی سکھانا قرآن کی تشریح کرنا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔

(اور ہم نے آپؐ پر قرآن نازل کیا تا کہ آپؐ اُس چیز کو واضح کر دیں جو ان کی طرف اُتاری گئی۔)

لیکن حضورؐ کا طریقہ یہ نہ تھا کہ آپؐ ہر آیت کی زبانی تفسیر فرمائیں بلکہ آپؐ جہاں مناسب سمجھتے یا صحابہ کرام کو قرآن کا کوئی مقام سمجھنے میں دشواری آتی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور آپؐ سے اس مقام کی تفسیر دریافت کر لیتے۔

مثال کے طور پر جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ ۝ (الانعام 83)

(جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کیا' صرف انہی کے لیے امن و سلامتی ہے اور وہی ہدایت پر ہیں۔)

تو صحابہ کرام گھبرا اُٹھے اور کہا کہ ''ہم میں کون ہے جس سے تھوڑا بہت ظلم نہ ہوا ہو تو کیا ہم جنت میں نہیں جا سکتے۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ:

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ٥ (لقمان 13)

(بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔)

یہ سن کر صحابہ کرام کو اطمینان حاصل ہوا کیونکہ انہوں نے ایمان لانے کے بعد کبھی شرک نہیں کیا تھا۔

عہد نبوی کے بعد صحابہ کرام کے زمانے میں اسلام جزیرۂ عرب سے باہر پھیلنے لگا۔ عجمی لوگوں کی بڑی تعداد مسلمان ہو گئی۔ چونکہ یہ لوگ عربی زبان سے ناواقف تھے اس لیے ان کو تفسیر کی زیادہ ضرورت محسوس ہوئی۔

اس دور میں اُن صحابہ کرام نے جو علم تفسیر کے ماہر تھے' پورے قرآن کی تفسیر بیان کرنی شروع کی۔ وہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے۔ یا پھر حدیث وسنت کی روشنی میں تفسیر کرتے۔ لغت عرب اور اشعار کو بھی استشہاد کے طور پر پیش کرتے اور اجتہاد کر کے بھی قرآن کی تفسیر بیان فرماتے تھے۔

صحابہ کرام میں سے مشہور مفسرین کے نام یہ ہیں:

1- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

2- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

4- حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ

5- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

6- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

7- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

8- حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

9- حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

10- حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ

لیکن علم تفسیر میں سب سے زیادہ شہرت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو حاصل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ترجمان القرآن" کا لقب دیا اور اُن کے حق میں یہ دعا فرمائی کہ:

"اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ"

(مسند احمد)

(اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تفسیر کا علم سکھا دے!)

پھر تابعین کے دور میں اسلام بہت دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ تابعین میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے تفسیر کا علم عطا کیا تھا اُن کے طریق تفسیر میں پہلے مذکورہ تفسیری اصولوں کے ساتھ ایک اور اصول کا اضافہ ہوگیا اور وہ یہ تھا کہ اب صحابہ کرام کے اقوال کی روشنی میں بھی تفسیر کی جانے لگی۔

پھر تبع تابعین کے زمانے میں بھی یہی طریق تفسیر رہا۔ مگر اس میں ایک اور چیز کا اضافہ ہوگیا۔ اب وہ اقوال تابعین کی روشنی میں بھی تفسیر کرنے لگے۔

مگر اس کے بعد اسرائیلیات اور بعض دوسرے فکری اور گروہی اختلافات پیدا ہو گئے جس کے نتیجے میں مختلف انداز سے تفسیر لکھی جانے لگیں۔

2- تفسیر کی دو بڑی اقسام:

تفسیر کی دو بڑی قسمیں ہیں:

1- تفسیر بالماثور

2- تفسیر بالرائے

3- تفسیر ماثور:

تفسیر لکھنے کا یہ وہ طریقہ ہے جس میں کسی آیت کی تفسیر میں احادیث کے علاوہ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین کے اقوال نقل کیے جائیں۔ گویا تفسیر کے اس انداز میں زیادہ تر روایات اور آثار سے مدد لے کر تفسیر بیان کی جاتی ہے۔

اس طریق تفسیر کی نمائندہ کتب تفاسیر یہ ہیں:

1- تفسیر ابن جریر طبری از امام طبری

2- تفسیر ابن کثیر از امام ابن کثیر

3- تفسیر دُرّ منثور از امام سیوطی

ان میں سے صرف ایک تفسیر ابن کثیر کا اردو زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔

4- تفسیر بالرائے

تفسیر کا دوسرا طریقہ تفسیر بالرائے کہلاتا ہے۔ لیکن اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

1- پسندیدہ (محمود) تفسیر بالرائے

2- ناپسندیدہ (مذموم) تفسیر بالرائے

اگر تفسیر بالرائے قرآن وسنت کی ہدایت اور عقل سلیم کے مطابق ہو تو یہ درست اور پسندیدہ تفسیر بالرائے ہے۔ اگر وہ قرآن وسنت کی ہدایت سے دُور ہو تو پھر وہ ناپسندیدہ (مذموم) تفسیر بالرائے ہے اور وہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔

پسندیدہ تفسیر بالرائے کے طریقے پر جو عربی تفسیریں لکھی گئیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

1- تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب) از امام فخر الدین رازی

2- تفسیر نسفی از امام نسفی

3- تفسیر مراغی از محمد احمد مراغی

5- اردو زبان کی مشہور تفاسیر:

اردو زبان میں قرآن مجید کی بہت سی تفسیریں موجود ہیں۔ ان میں سے درج ذیل بہت مشہور اور اہم ہیں۔

1- تفسیر حقانی از عبدالحق حقانی

2- ترجمان القرآن از مولانا ابو الکلام آزاد

3- تفہیم القرآن از سید ابو الاعلیٰ مودودی

4- معارف القرآن از مفتی محمد شفیع

5- تدبر قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی

6- ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ

7- احسن البیان از یوسف صلاح الدین

8- تفسیر نمونہ

ان میں سے بعض تفسیریں کسی خاص مسلک کی نمائندگی کرتی ہیں۔

6- صحیح اصول تفسیر:

قرآن مجید کی تفسیر کرنے کے صحیح اصول یہ ہیں:

1- قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ قرآن کا بہت سا حصہ اپنی تفسیر آپ کر دیتا ہے۔ (اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا)۔

یہ تفسیر کا نہایت اعلیٰ درجہ ہے۔

2- قرآن کی تفسیر سنت اور احادیث صحیحہ کے مطابق کی جائے۔ کیونکہ حدیث وسنت قرآن مجید کی تشریح ہی کا نام ہے۔

3- عربی زبان و ادب اور صحیح لغت کی مدد سے تفسیر کی جائے اور کلام عرب سے استشہاد کیا جائے۔

4- صحابہ وتابعین کے مستند اقوال کے مطابق تفسیر کی جائے۔

5- اجماع امت کی روشنی میں تفسیر کی جائے۔

6- جمہور مفسرین اور فقہاء کی آراء کو سامنے رکھ کر تفسیر کی جائے۔

7- اجتہاد اور عقل سلیم کی مدد سے تفسیر کی جائے۔

7- غلط اصول تفسیر:

قرآن مجید کی تفسیر کرنے کے کچھ غلط طریقے بھی ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1- قرآن کی پیروی کرنے کی بجائے اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے تفسیر کرنا۔ اسے من مانی تفسیر بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ قرآن کے مطابق خود کو بدلنے کی بجائے قرآن ہی کو بدلنے کا طریق تفسیر ہے جو قابل مذمت ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

2- اپنے کسی خاص نظریے یا اپنی مخصوص فکر کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا۔

3- صوفیانہ انداز میں تفسیر کرنا۔ مثلاً وحدت الوجود اور تصوف کے احوال کے مطابق تفسیر کرنا۔

4- فرقہ پرستی کے جذبے سے تفسیر کرنا۔

5- سائنسی حقائق کی بجائے سائنسی نظریات (Theories) کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا۔

6- اسرائیلی روایات کے مطابق قرآن کی تفسیر کرنا۔

8- مفسر کے لیے شرائط:

ہر کام کے لیے اہلیت کا ہونا شرط ہے۔ قرآن کی تفسیر کا معاملہ بہت نازک ہے۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں۔ ہر کوئی تفسیر کرنے کا اہل نہیں۔ اس کام کے لیے بعض بنیادی شرطیں ہیں جن کو پورا کرنے کے بعد ہی کوئی شخص مفسر قرآن ہوسکتا ہے۔ ایک مفسر میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1- وہ نیک اور ذہین مسلمان ہو۔

2- وہ فاسق و فاجر نہ ہو۔

3- وہ عربی زبان میں مہارت رکھتا ہو۔

4- وہ حدیث کا عالم ہو۔

5- وہ فقہ اور اصول فقہ سے واقف ہو۔

6- وہ قرآن کے نزول کی تاریخ، شان نزول، ناسخ و منسوخ اور دیگر علوم القرآن جانتا ہو۔

7- وہ عصر حاضر کے احوال و مسائل سے بخوبی آگاہ ہو۔

....

مشقی سوالات

1- علم تفسیر کے ابتدائی دور (عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین و تبع تابعین) کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں تفصیل سے بیان کریں۔

2- صحابہ کرام میں سے پانچ مفسرین حضرات کے نام لکھیں۔

3- تفسیر ماثور سے کیا مراد ہے۔ اس قسم کی کوئی دو تفسیروں کے نام لکھیں۔

4- تفسیر بالرائے کا کیا مطلب ہے۔ اس کی کون کون سے دو قسمیں ہیں۔ وضاحت کریں۔

5- اردو کی پانچ تفسیروں کے نام اُن کے مفسرین کے ناموں کے ساتھ تحریر کریں۔

6- صحیح اصول تفسیر کیا کیا ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

7- ایک مفسر کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟

☆......☆......☆......☆......☆

اسماءُ القرآن

قرآن مجید نے اپنی گوناگوں اور مختلف حیثیات کے پیش نظر اپنے لیے بعض ایسے صفاتی نام تجویز کیے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنا تعارف کراتا ہے اور جس کے نتیجے میں اس کا عظیم مرتبہ ومقام واضح ہوتا ہے۔

اس ضمن میں اگرچہ لفظِ 'قرآن' کی لغوی بحث میں کئی اقوال ملتے ہیں تاہم اس لفظ کی حیثیت بھی اسمِ علَم یعنی اس کے اصل نام کی ہوگئی ہے۔ کیونکہ بعض دوسری الہامی کتابوں مثلاً توریت اور انجیل (جو کہ اب لفظی اور معنوی طورر پر محرف ہوچکی ہیں) کے اسماء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب کے لیے جو نام اختیار کیا ہے وہ قرآن ہی ہے۔ سورۂ توبہ میں ہے کہ:

﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ﴾ [سورۂ توبہ : 111]

''بے شک اللہ نے اہل ایمان سے خرید لیا ہے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اِس کے عوض میں کہ انہیں جنت ملے گی۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو کبھی قتل کر ڈالتے ہیں اور کبھی قتل ہو جاتے ہیں۔ اس پر ہمارا ایک سچا وعدہ ہے توریت میں، انجیل میں اور قرآن میں۔''

پھر اس کتابِ الٰہی کے تمام اسماء میں بھی سب سے زیادہ 'قرآن' ہی کا نام مذکور ہوا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اسماءِ حُسنیٰ میں 'اللہ' کا نام ہی قرآن مجید میں سب سے زیادہ مرتبہ وارد ہوا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے لیے جو اسماء و القاب اختیار کئے ہیں۔ ان کو ہم اس مضمون میں حروف تہجی کے اعتبار سے بیان کریں گے اور ہر ایک نام کے تحت صرف ایک ہی حوالے پر اکتفا کریں گے تاکہ طوالت پیدا نہ ہو۔

1- احسن الحدیث

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'احسن الحدیث' ہے۔ جس کے معنی ہیں: ''بہترین کلام''، ''عمدہ ترین بات۔'' اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی کلام بہترین اور عمدہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ اس خالق کائنات کا کلام ہے جس کا کوئی شریک وسہیم اور ثانی نہیں ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ [الزمر: 23]

''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دھرائی ہوئی، اس سے ان لوگوں کی جلد کانپ اٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

2- اَمر

قرآن مجید کا ایک نام ''اَلْاَمْرُ'' ہے جس کے معنی ''حکم'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''اَلْاَمْرُ'' ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام بیان ہوئے ہیں جن کی تعمیل اور اطاعت کرنا اس کے بندوں پر فرض ہے۔

﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗ اِلَيْكُمْ﴾ [سورہ الطلاق: 5]

''یہ حکم ہے اللہ کا جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔''

3- بُرہان

قرآن مجید کی ایک صفت ''البرہان'' ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ ''مضبوط اور

روشن دلیل، حجت قاطع، ہر حال میں سچی دلیل۔ قرآن مجید کے البرہان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حجت قاطع ہے۔ ہر شبے کا ازالہ، ہر اعتراض کا جواب اور ہر سوال کا تشفی بخش جواب ہے۔ یہ اپنی دلیل آپ ہے اور آفتاب آمد دلیلِ آفتاب والی بات ہے۔

﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا o﴾

[النساء: 174]

"اے لوگو! تمہارے پاس یقیناً ایک دلیل تمہارے رب کی طرف سے آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک کھلا ہوا نور بھیجا ہے۔"

4- بُشریٰ

"بُشریٰ" بھی قرآن مجید کا ایک نام ہے۔ جس کے معنی "خوش خبری" کے ہیں۔ قرآن مجید کے "بُشریٰ" ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ وہ ان کو ان کے اچھے اعمال کے بہتر بدلے اور ثواب کی خوشخبری سناتا ہے۔

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَۃً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ o﴾

[النحل: 89]

"اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول دینے والی اور اہل اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔"

5- بشیر

"بشیر" بھی قرآن مجید کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں "خوشخبری دینے والا" "بشارت دینے والا۔" یہ لفظ حضورؐ کی صفت کے طور پر بھی

آیا ہے۔قرآن مجید ان معنوں میں بشیر ہے کہ وہ انسان کو اُخروی زندگی کی نعمتوں' آسائشوں اور جنت کی بشارت دیتا ہے بشرطیکہ وہ اس قرآن مجید کی پیروی کرے اور وہ نیک لوگوں کو جنت کے اچھے انجام کی خوشخبری دیتا ہے۔

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

[حٰمٓ سجدہ:3۔4]

''یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کردی گئی ہیں یعنی قرآن عربی، جو سمجھ والوں کے لیے مفید ہے اور انہیں بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے۔''

6- بصائر

قرآن مجید کی ایک صفت ''بصائر'' ہے۔ جو''بصیرت'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں (سوجھ بوجھ' علم کی روشنی' کھلی حقیقت۔) قرآن مجید اس مفہوم میں ''بصائر'' ہے کہ وہ ایسی کھلی حقیقتوں کا بیان ہے جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ وہ علم کی ایسی روشنی ہے جس میں کسی دھوکے، فریبِ نظر، جہالت یا گمراہی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ دل کی آنکھوں کے پردے ہٹا دینے والی کتاب ہے۔

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝﴾

[الجاثیہ :20]

''یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرتوں کا مجموعہ ہے اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کے لیے بڑی رحمت ہے۔''

7- بلاغ

قرآن مجید کا ایک نام ''بلاغ'' بھی ہے جس کے معنی ہیں ''پیغام'' یا ''وہ ذریعہ جو منزل مقصود تک پہنچا دے۔'' قرآن مجید کو بلاغ اس لیے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی

جانب سے اس کے بندوں کے نام پیغام ہے۔ اور یہ قربِ الٰہی کا ذریعہ بھی ہے۔

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ [ابراھیم :52]

"یہ (قرآن) لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تاکہ اس کے ذریعے سے وہ خبردار کردیے جائیں اور تاکہ وہ یقین کرلیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔"

8- بیان

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "بیان" بھی ہے جس کے معنی ہیں "اظہارِ حقیقت"، کسی چیز کا کھل کر سامنے آنا، "واضح ہوجانا" اور وہ دلیل جس سے کوئی چیز ظاہر ہوجائے۔" قرآن مجید ان معنوں میں بیان ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے انسان، کائنات اور خدا کے بارے میں اصل حقیقت کا اظہار ہے۔ وہ راہِ ہدایت کو واضح کرتا اور زندگی کی غلط راہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [آل عمران :138]

"یہ لوگوں کے لیے ایک بیان ہے اور ڈرنے والے کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔"

9- بیّنہ

قرآن مجید کی ایک صفت 'بَیِّنَہ' ہے جس کے معنی ایسی واضح حقیقت اور روشن دلیل کے ہیں جو عقلی اعتبار سے اور محسوس طور پر واضح ہو۔ قرآن مجید کے "بَیِّنَہ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی کھلی حقیقت اور روشن دلیل ہے جو عقل کو اپیل کرتی ہے اور جسے انسانی بصیرت محسوس کرتی ہے۔

﴿فَقَدْ جَآءَ كُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَّهُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ [الانعام:156-157]

''پس اب آ چکی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت۔''

10- تبیان

قرآن مجید کا ایک نام '' تبیان'' ہے جس کے معنی ہیں'' واضح اور مفصل طور پر بیان کرنا۔'' قرآن مجید کے ''تبیان'' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ہر اُس چیز کو واضح اور مفصل طور پر بیان کر دیا ہے جس کا تعلق عقیدے اور عمل سے ہے۔ گویا قرآن مجید وہ کتاب ہے جس میں دینِ اسلام کی پوری وضاحت موجود ہے اور شہادتِ حق ادا کر دی گئی ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ٥﴾ [النحل :89]

''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول دینے والی اور اہل اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔''

11- تذکرہ

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام'' تذکرہ'' ہے جس کے معنی ہیں'' یاد دلانا'' ''یاد دہانی کرانا۔'' قرآن مجید اُن معنوں میں تذکرہ ہے کہ یہ ہمیں ہماری اصل فطرت اسلامی یعنی توحید کے سبق کی یاد دہانی کراتا ہے۔ وہ ہمارے ضمیر کو خوابِ غفلت سے جگاتا اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور بے لاگ انصاف کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ٥﴾ [الحاقة :48]

''اور یہ (قرآن) بے شک نصیحت ہے متقیوں کے لیے۔''

12- تنزیل

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''تنزیل'' ہے جس کے معنی ہیں ''نازل کرنا، نازل شدہ، اُتارا ہوا۔'' قرآن مجید کو اس لیے ''تنزیل'' کہا گیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ کلام ہے۔ کسی انسان یا مخلوق کا قول نہیں ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ نے نہایت اہتمام سے نازل فرمایا ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الشعراء :192]

''اور بے شک یہ (قرآن) پروردگارِ عالم کا اتارا ہوا ہے۔''

13- حق

قرآن مجید کی ایک صفت ''حق'' بھی ہے۔ حق کے معنی ہیں ایسی بات جو ثابت ہو، اٹل ہو، اَن مِٹ ہو اور قائم و باقی رہنے والی ہو۔ قرآن اِن معنوں میں ''حق'' ہے کہ اس کی ہر بات اٹل ہے، ثابت ہے اور حقائق و واقعات کے مطابق ہے۔ اس کی ہر دلیل سچی اور ہر دعویٰ مبنی بر حق ہے۔ زمان و مکان کے تغیر سے اس کی بات میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوسکتا۔ یہ اپنے مقابلے میں آنے والی ہر چیز کے سامنے قائم و ثابت ہے اور کوئی چیز اس کے مقابلے میں آ کر ٹھہر نہیں سکتی۔ اس میں ثبات اور قیام ہے، فرار اور زوال نہیں۔

﴿بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ٥ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ٥﴾ [الزخرف :28-29]

''اصل یہ ہے کہ میں نے ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور ایک روشن رسول آ گیا۔ اور جب ان کے پاس

حق آ گیا تو وہ بولے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔"

14- حُکم

قرآن مجید کا ایک نام "حکم" بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "فیصلہ، ماخذِ قانون اور ضابطہ حیات۔" قرآن مجید ان معنوں میں "حکم" ہے کہ انسانی زندگی کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ ہر قسم کے معاملات کے لیے ماخذ قانون اور بہترین فیصلہ ہے اور اس میں حیاتِ انسانی کے لیے اوامر و نواہی کے ضابطے موجود ہیں۔

﴿وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ﴾ [الرعد: 37]

"اور اسی طرح ہم نے اس (کتاب) کو نازل کیا ہے بطور ایک صاف حکم کے۔"

15- حکمت

قرآن کی ایک صفت "حکمت" بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "دانائی، محکم اور دانشمندانہ بات، فیصلے میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا اور جہالت و گمراہی اور افراط و تفریط سے بچ کر چلنا۔" قرآن مجید اس لحاظ سے "حکمت" ہے کہ اس میں دانائی ہی کی باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ اس میں جہالت و نادانی کا گزر نہیں کیونکہ یہ ایک حکیم و دانا ہستی کا کلام ہے۔ اس کی ہر بات محکم ہے اور دانش پر مبنی ہے۔ اور عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پیشِ نظر کر کے کہی گئی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّنَ الْأَنبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ ۖ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝﴾ [القمر: 4-5]

"اور ان لوگوں کے پاس اتنی خبریں پہنچ چکی ہیں کہ جن میں کافی عبرت ہے۔ اعلیٰ درجے کی دانشمندی ہے۔ مگر خبردار کرنے والی چیزیں انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔"

16- حکیم

قرآن مجید کا ایک نام ''حکیم'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''دانا، عقل و دانش سے بھر پور، حکمت بھرا۔'' یہ اللہ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید اس اعتبار سے ''حکیم'' ہے کہ اس کے ہر بیان میں حکمت، دانائی اور بصیرت ہے۔ اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو بلا مقصد ہو، فضول یا بے کار ہو۔ اس کے ہر حکم میں حکمت و مقصد، اس کی ہر بات میں دانش و دانائی موجود ہے۔

﴿یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o﴾ [یٰسٓ :2-1]

''یاسین۔ قسم ہے قرآنِ حکیم کی۔''

17- ذکر

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''ذکر'' ہے۔ جس کے معنی ''نصیحت، یاد دہانی اور شرف و عزت کے ہیں۔'' قرآن مجید کو ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لیے ایک نصیحت نامہ ہے۔ وہ ایک ایسی یاد دہانی ہے جس سے انسان کا خوابیدہ ضمیر اور اس کی خفتہ فطرت کو جگایا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے خالق کی صحیح معرفت حاصل کر سکے اور راہِ ہدایت پر گامزن کر کے انسان کی توجہ قوانینِ الٰہی اور نوامیسِ فطرت کی طرف مبذول کراتا ہے۔ مزید برآں قرآن مجید اس لحاظ سے بھی ذکر ہے کہ اس پر عمل کر کے قومیں عزت و شرف حاصل کر سکتی ہیں اور اس کو ترک کر کے وہ قعرِ مذلت میں گر سکتی ہیں۔

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o﴾ [الحجر:9]

''بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

18- ذکریٰ

قرآن مجید کی ایک صفت ''ذکریٰ'' بھی آئی ہے۔ جس کے معنی بھی ''نصیحت اور یاددہانی'' کے ہیں۔ قرآن مجید اس لحاظ سے ذکریٰ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نوعِ انسانی کے لیے ایک نصیحت ہے جو ان کی سوئی ہوئی فطرتِ اسلامی کو بیدار کرتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے بھولے ہوئے خالق کو یاد کر کے اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں۔

﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَo﴾ [الاعراف:1]

''یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو خبردار کریں۔ پس آپؐ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو۔ اور یہ نصیحت ہے اہل ایمان کے لیے۔''

19- رحمت

قرآن مجید کی ایک صفت ''رحمت'' ہے۔ جس کے معنی ''مہربانی، شفقت اور عطیہ'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''رحمت'' ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو جہالت، نادانی اور گمراہی سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے جہالت وضلالت کے اندھیروں میں بھٹکتے پھریں اور دنیا وآخرت میں اُس کے غضب وعذاب کے مستحق ٹھہریں۔ اس لیے یہ اس نے اپنی خاص مہربانی اور شفقت فرمائی کہ ان کے لیے ایک ایسی کتاب نازل کر دی جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے مقصد حیات کے گوہر مراد کو پا سکتے ہیں۔ اور وہ اس کے ذریعے اللہ کا نہیں بلکہ اپنا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ کتاب انسانوں کو ان کی کسی محنت کے

صلے میں یا ان کے کسی عمل کے بدلے میں نہیں ملی بلکہ یہ سراسر فضل الٰہی، عطیۂ خداوندی اور عنایتِ ربانی کی صورت میں ان کے پاس آئی ہے۔

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ [النحل:89]

''اور ہم نے آپؐ پر کتاب نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول دینے والی اور اہل اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔''

20- رُوح

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''الرُّوح'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''زندگی، رحمت اور وحیٔ الٰہی۔'' قرآن مجید ان معنوں میں ''الروح'' ہے کہ اس سے مردہ دلوں کو حیاتِ تازہ ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا یہ فضل واحسان ہے کہ اس نے کتاب کی صورت میں ایسی وحی نازل کردی جس کے ذریعہ انسان دنیا و آخرت میں فلاح وکامرانی سے ہم کنار ہوسکتا ہے اور خسارہ ونقصان سے بچ سکتا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [الشوریٰ:52]

''اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس روح یعنی اپنا حکم بھیجا ہے۔''

21- شفاء

قرآن مجید کی ایک صفت ''شفاء'' بھی ہے جس کے معنی کسی مرض پر غالب آنے اور صحت یاب ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید اس لحاظ سے ''الشفاء'' ہے کہ اس سے دلوں کے امراض پر قابو پایا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے رُوحانی اور نفسیاتی بیماریوں' مثلاً جہالت، کبر، غرور، حرص، بخل، حسد اور کینہ وغیرہ کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ

وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَo﴾ [یونس:57]

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آ گئی ہے اور شفا بھی (ان بیماریوں کے لیے) جو سینے میں ہوتی ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے ہدایت اور رحمت۔''

22- صدق

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''اَلصِّدق'' بھی ہے۔ جس کے معنیٰ ''سچائی اور نیک نامی'' کے ہیں۔ قرآن مجید کے ''اَلصِّدق'' ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سراسر سچائی اور صداقت ہے۔ اس کے بیان میں کسی قسم کے جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اس کی باتیں سچی ہیں۔ اس کے دعوے برحق ہیں۔ انسان اور کائنات کے بارے میں جو کچھ اس نے بیان کر دیا ہے وہ حق وصداقت پر مبنی ہے۔ اور وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ذکر خیر قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اس کا احترام ہمیشہ باقی رہے گا۔

﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَo وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَo﴾ [الزمر:32-33]

''پس اس سے بڑھ کر بے انصاف کون ہے جو اللہ پر جھوٹ لگائے اور سچی بات کو جھٹلائے، جبکہ وہ اس کے پاس پہنچے۔ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہ ہوگا؟ اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا، تو یہی لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں۔''

23- عجب

قرآن مجید کی ایک صفت ''عجب'' بھی ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں ''بہت عجیب،

دل پذیر اور اثر انگیز۔'' قرآن مجید اس اعتبار سے ''عجب'' کہلاتا ہے کہ یہ عام انسانی کلام کی طرح کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ جو اپنی فصاحت وبلاغت میں بے نظیر، اپنی تاثیر میں یکتا اور دل پذیری میں منفرد ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے۔ جس کی مثال پیش کرنے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں۔

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo﴾ [الجن: 1]

''آپ کہیں کہ میرے پاس وحی آئی اس بات کی کہ جنوں میں سے ایک گروہ نے قرآن سنا، پھر انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجب (عجیب) قرآن سنا ہے۔''

24- عربی

قرآن مجید کی ایک صفت ''عربی'' ہے۔ جس کے معنی ہیں ''فصیح اور واضح'' طور پر بیان کرنے والا، قرآن مجید کے عربی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہے۔ اس کی زبان ایسی ہے جو فصیح وبلیغ ہے۔ اس کے بیان میں کوئی الجھاؤ یا ابہام نہیں ہے۔ اس کی بات میں کجی یا پیچیدگی نہیں ہے۔ وہ اپنی بات کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرتا ہے اور اپنا مدعا عمدہ طریقے سے بیان کرتا ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَo﴾ [یوسف: 2]

''بے شک ہم نے یہ عربی قرآن نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

25- عزیز

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''عزیز'' بھی ہے۔ جس کے معنی ''زبردست، غالب، عزت والا اور نادر'' ہیں۔ یہ نام اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید اس لحاظ سے ''عزیز'' ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا زبردست کلام ہے جس میں کبھی کوئی

تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ یہ کتاب نہایت عزت واحترام کی حامل ہے اور یہ اللہ کا نادر کلام ہے۔

﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۝ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ﴾

[حٰمٓ السجدہ: 42-41]

"اور بے شک یہ عزیز (زبردست) کتاب ہے جس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔"

26- عظیم

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "عظیم" بھی ہے۔ جس کے معنی "عظمت والا" ہیں۔ یہ نام بھی اللہ کے اسماءِ حُسنٰی میں سے ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں "عظیم" ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا باعظمت کلام ہے۔ یہ شہنشاہِ کائنات کا عالی مرتبہ کلام ہے۔ اس کی عظمت وجلالت کے آگے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہوسکتے ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝﴾ [الحجر: 87]

"اور بے شک ہم نے آپ کو سات (آیتیں) دیں جو دہرائی جاتی ہیں اور قرآنِ عظیم۔"

27- علم

قرآن مجید کی ایک صفت "العلم" بھی ہے۔ جس کا مطلب ہے "یقینی علم، صحیح معلومات، حقیقت نفس الامری کا علم، حقیقت و واقعیت کا معلوم ہونا۔"

قرآن مجید اس پہلو سے "العلم" ہے کہ خالقِ کائنات اور علیم وخبیر کا اتارا ہوا ہے جو حقائق وواقعات کا صحیح علم ہے اور جس میں غلطی اور خطا کا کوئی امکان نہیں۔

﴿وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

جَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ o﴾

[الرعد: 37]

''اور اسی طرح ہم نے اس (کتاب) کو نازل کیا ہے بطور ایک صاف حکم کے۔ اور اگر آپ کہیں ان کی خواہشوں پر چلنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا ہے تو آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔''

28- فرقان

قرآن مجید کا ایک نام ''الفرقان'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''فرق کرنا، حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے والا، اور حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا۔'' قرآن مجید اس لحاظ سے ''الفرقان'' ہے کہ یہ حق و باطل کی راہوں میں اور حلال و حرام چیزوں میں فرق و امتیاز کرتا ہے اور اوامر و نواہی کو وضاحت سے بیان کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کے لیے بصیرت کی روشنی ہے جس سے وہ صواب و ناصواب اور جائز و ناجائز میں تمیز کر سکتے ہیں۔ وہ ایک معیار اور کسوٹی ہے جس سے ہر چیز کی قدر و قیمت کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا o﴾

[الفرقان: 1]

''بڑی عالی ذات ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ تمام اہلِ جہان کے لیے خبردار کرنے والا ہو۔''

29- کتاب

قرآن مجید کی ایک صفت ''الکتاب'' ہے جس کے معنی ہیں ''تحریر، ضابطہ، حکم، قانون، مجموعہ۔'' قرآن مجید ان معنوں میں ''الکتاب'' ہے کہ وہ رب العالمین کا

ضابطہ وقانون اور حکم نامہ ہے اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔

﴿وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام:92]

''اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تا کہ آپ خبردار کریں مکہ اور اس کے ارد گرد والوں کو۔''

30- کریم

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''الکریم'' ہے۔ جس کے معنی ہیں ''شرف والا، باوقار اور معزز'' یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنٰی میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں ''الکریم'' ہے کہ وہ کسی حقیر مخلوق کی بات نہیں ہے۔ وہ کسی جن یا کاہن کا قول نہیں ہے بلکہ اس کائنات کے خالق و مالک کا برگزیدہ کلام ہے۔

﴿وَاِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ [الواقعہ:77]

''اور یہ ایک معزز قرآن ہے۔''

31- کلامُ اللہ

قرآن مجید کی ایک صفت ''کلام اللہ'' ہے۔ جس کے معنی ہیں ''اللہ کی بات'' یا ''اللہ کا قول۔'' قرآن مجید ان معنوں میں ''کلام اللہ'' ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی مخلوق کی کہی ہوئی بات یا کسی بندے کا قول نہیں ہے۔

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾ [التوبہ:6]

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دیں تا کہ وہ

اللہ کا کلام سن سکے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیں۔"

32- مُبارک

قرآن مجید کی ایک صفت "مُبارک" آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں "بابرکت، فیض بخش، اضافے والی"۔ قرآن مجید اس اعتبار سے "مبارک" ہے کہ اس سے انسان پر راہِ ہدایت بآسانی کھلتی ہے اس کے ایمان وعمل میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے پڑھنے، اس کے سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے میں ثواب واجر ہے جسے اللہ تعالیٰ کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ یہ فیض پہنچانے والی اور برکت دینے والی کتاب ہے۔

﴿وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام:92]

"اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تاکہ آپ خبردار کریں مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو۔"

33- مبین

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "مبین" آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں "واضح، کھلا، ظاہر۔" قرآن مجید اس لحاظ سے "مبین" ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کو بالکل واضح طور پر پیش کرتا ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾

[یٰسٓ:69]

"یہ تو ایک نصیحت اور واضح قرآن ہے۔"

34- متشابہ

قرآن مجید کی ایک صفت ''متشابہ'' آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''باہم ملتا جلتا، تضاد سے پاک، ہم رنگ، ہم آہنگ۔'' قرآن مجید ان معنوں میں ''متشابہ'' ہے کہ اس کی تعلیمات ملتے جلتے انداز میں جلوہ گر ہوئی ہیں۔ ایک ہی واقعہ مختلف اسلوبِ بیان سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اور اس کے مضامین میں کسی طرح کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ﴾ [الزمر: 23]

''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی۔ اس سے ان لوگوں کی جلد کانپ اٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

35- مثانی

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ''مثانی'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ''جوڑا جوڑا، دہرائی جانے والی چیزیں۔'' قرآن مجید اس پہلو سے ''مثانی'' ہے کہ اس میں متوازی اور متضاد چیزوں کو بیان کرنے کا اسلوب پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ اہل ایمان کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اہل کفر کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسی طرح جنت کے تذکرے کے ساتھ دوزخ کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ نیز وہ ایک ہی قسم کے واقعات وقصص کو کئی بار مختلف اسالیبِ بیان سے دہراتا ہے۔ کہیں مجمل اور کہیں مفصل انداز سے پیش کرتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ﴾ [الزمر: 23]

''اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دہرائی

ہوئی۔اس سے ان لوگوں کی جلد کانپ اٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

36- مجید

قرآن حکیم کا ایک صفاتی نام ''مجید'' ہے۔جس کے معنی ''بزرگی والا'' اور ''برتر'' کے ہیں۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے بھی ہے۔قرآن مجید اس اعتبار سے ''مجید'' ہے کہ وہ بزرگ و برتر ہستی کا بزرگ و برتر کلام ہے۔وہ ایسا کلام ہے جس کی بہت سی خوبیاں اور کمالات ہیں۔

﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ٥ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ٥﴾

[البروج:22-21]

''اصل یہ ہے کہ یہ بزرگی والا قرآن ہے لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا۔)''

37- مُصَدِّق

قرآن مجید کا ایک وصف ''مصدق'' ہوتا ہے۔جس کے معنی ہیں ''مِصداق، تصدیق و تائید کرنے والا''۔قرآن مجید ان معنوں میں ''مصدق'' ہے کہ وہ انبیاء سابقین اور پہلی کتابوں کی پیش گوئیوں کا مصداق ہے۔اور وہ سابقہ کتب سماویہ کے بارے میں یہ تائید و تصدیق کرتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیاء کرام پر نازل ہوئی تھیں۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ [الانعام:92]

''اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تاکہ آپ خبردار کریں مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو۔''

38- موعظت

قرآن مجید کی ایک صفت ”موعظۃ“ بھی آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں ”نصیحت، خیر خواہی اور کسی شخص کو کسی کام کے اچھے اور برے نتیجے سے آگاہ کر کے اس کے دل کو نرم کرنا۔“ قرآن مجید کو ”موعظۃ“ اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اس میں ان کی خیر خواہی اور بھلائی کے جذبے سے ان کو سمجھایا گیا ہے۔ اور ان کو ان کے اچھے اور برے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ [آل عمران: 138]

”یہ لوگوں کے لیے ایک بیان ہے اور ڈرنے والے کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔“

39- مُهَيْمَن

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ”مُهَيْمَنْ“ ہے۔ جس کے معنی ہیں ”نگہبان، محافظ“ یہ لفظ امن سے بنا ہے اور اس میں ہمزہ (ء) ھ سے بدل گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں ”مھیمن“ ہے کہ یہ اپنے سے پہلے کی تمام کتبِ سابقہ کی اصل اور بنیادی تعلیمات کا محافظ اور ان کی صداقتوں کا امین ہے۔

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ [المائدہ: 48]

”اور ہم نے آپ پر یہ کتب برحق اتاری ہے۔ جو مصداق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے آچکی ہیں اور ان پر مہیمن (محافظ) ہے۔“

40- نذیر

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام ”نذیر“ بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں ”خبردار

کرنے والا، خطرے سے ڈرانے والا۔" یہ لفظ نبی ﷺ کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔قرآن مجید اس اعتبار سے "نذیر" ہے کہ وہ انسان کو اس کی بداعمالی کے برے انجام سے خبردار کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے نتیجے میں ہونے والے دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ o بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

[حٰمٓ سجدہ 4-3]

"یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کردی گئی ہیں یعنی قرآن عربی جو سمجھ والوں کے لیے مفید ہے اور انہیں بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے۔"

41- نور

قرآن مجید کا ایک نام "نور" بھی ہے۔جس کے معنی "روشنی" اور "اُجالے" کے ہیں۔قرآن مجید ان معنوں میں "نور" ہے کہ وہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کرتا اور علم وہدایت کی روشنی میں بکھیرتا ہے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا o﴾

[النساء:174]

"اے لوگو! تمہارے پاس یقیناً ایک دلیل تمہارے رب کی طرف سے آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک کھلا ہوا نور بھیجا ہے۔"

42- وحی

قرآن مجید کی ایک صفت "وحی" ہے۔جس کے معنی ہیں "اشارۂ سریع، الہام اور الہام" کے ہیں۔قرآن مجید ان معنوں میں "وحی" ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بات اور اس کا پیغام ہے۔کسی مخلوق کا قول نہیں ہے۔وہ خالقِ کائنات کا کلام

ہے جو اس کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ |النجم:4|

''یہ تو تمام تر وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔''

43- هُدًی

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام '' هُدًی '' بھی ہے۔ جس کے معنی ''ہدایت'' اور ''رہنما'' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں '' هُدًی '' ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لیے سراپا ہدایت ہے۔ وہ انسان کو صحیح راہ پر چلاتا اور غلط راہوں سے بچاتا ہے۔ وہ گمراہی سے نکال کر صراطِ مستقیم کی طرف بلاتا ہے۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی جانب دعوت دیتا اور اس کی نافرمانی کے کاموں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ انسان کو صحیح، با مقصد نیک اور اللہ کے احکام کی تابع زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور شیطان کے راستوں کو چھوڑنے کی تاکید کرتا ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾ |البقرہ:185|

''ماہِ رمضان وہ ہے جس میں ایسا قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت اور فرقان کے کھلے دلائل موجود ہیں۔''

اس طرح قرآن مجید نے اپنے بہت سے اسماء والقاب اور صفاتی ناموں کے ذریعے اپنا تعارف خود ہی کرا دیا ہے۔ اس کے بعد اس کی حقیقی عظمت و جامعیت کا صحیح تصور ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دعائے ماثورہ ختم قرآن

اَللّٰهُمَّ انِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ .اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرآنِ الْعَظِیْمِ. وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّ نُوْرًا وَّهُدًی وَّ رَحْمَةً. اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَه' اٰنَآءَ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ.

''اے اللہ! میری قبر کی وحشت کو دور فرما دینا۔ اے اللہ! قرآن عظیم کی برکت سے مجھ پر رحم فرما۔ اس قرآن کو میرے لیے رہنما، روشنی، ہدایت اور رحمت بنا۔ اے اللہ! اس قرآن میں سے جو کچھ بھولا ہوں وہ یاد دلا دے۔ اس میں جس بات سے بے خبر رہا ہوں وہ مجھے سکھا دے۔ مجھے دن رات اس کی تلاوت کرنے کی توفیق دے اور اے جہانوں کے رب! اس کو میرے حق میں دلیل بنا دے!''

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کے چند مشہور لغت

(DICTIONARIES OF THE HOLY QURAN)

1۔	المفردات فی غریب القران	امام راغب اصفہانی
2۔	لغات القرآن	مولانا عبدالرشید نعمانی
3۔	مترادفات القرآن	عبدالرحمٰن کیلانی
4۔	معجم القرآن	سید فضل الرحمٰن
5۔	آسان لغات القرآن	عبدالکریم پاریکھ
6۔	لسان القرآن	مولانا محمد حنیف ندوی
7۔	قاموس القرآن	قاضی زین العابدین
8۔	قاموس الفاظ القرآن الکریم (عربی انگلش)	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی

قرآن مجید کے فضائل

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے سوا آج دنیا میں کوئی اور کلام الٰہی نہیں۔ یہ بے مثل، پر اثر اور بہترین کلام ہے جو لوگوں کو گمراہی کے اندھیروں سے نکالتا اور ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اس میں شفا ہے اور اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔

احادیث میں قرآن مجید کی فضیلت

1۔ حدیث قدسی

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''جس شخص کو قرآن نے میرا ذکر کرنے سے اور مجھ سے دعا کرنے سے روکے رکھا، میں اس کو اس سے افضل ترین چیز دوں گا جو مانگنے والوں کو عطا کرتا ہوں۔''

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کے کلام کی فضیلت دوسرے تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اپنی تمام مخلوق پر۔'' [ترمذی، دارمی، بیہقی]

2۔ قرآن سیکھنے اور سکھانے والا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں سے بہتر اور افضل وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

[صحیح بخاری]

3۔قابلِ رشک کون؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو آدمی قابلِ رشک ہیں۔ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی پھر وہ دن رات کے اوقات میں اس میں لگا رہتا ہے۔دوسرے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور وہ دن رات کے اوقات میں اسے اللہ کی راہ میں لٹاتا ہے۔'' [بخاری ومسلم]

4۔قرآن اور قوموں کا عروج وزوال

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے سے بعض لوگوں کو بلندی عطا کرے گا اور بعض کو پستی دے گا۔'' [صحیح مسلم]

5۔قرآن کی تلاوت کا ثواب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا تو اُسے ایک نیکی مل گئی اور یہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔'' میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔(گویا الٓمٓ پڑھنے والے کو تین نیکیاں ملیں گی)۔ [ترمذی، دارمی]

6۔قرآن کی شان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپؐ نے ایک دن فرمایا:

''آگاہ رہو، ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا: ''اللہ کی کتاب۔'' اس میں پہلی قوموں کے واقعات اور بعد والوں کے لیے اطلاعات ہیں۔ تمہارے درمیان جھگڑوں کے لیے اس میں فیصلہ ہے۔ وہ قولِ فیصل ہے، کوئی مذاق نہیں۔ تم میں سے جو جابر و سرکش اسے چھوڑ دے گا، اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کر رکھ دے گا۔ جو قرآن کے سوا کہیں اور ہدایت تلاش کرے گا وہ گمراہ ہوگا۔ قرآن حبل اللہ المتین اور اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ حکمت بھری نصیحت ہے۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس سے خیالات گمراہ نہیں ہوتے۔ زبانیں اس سے گڑبڑ نہیں کر سکتیں۔ علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ کوئی اس پر کامل عبور کا کبھی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اس کی شان یہ ہے کہ جب جنوں نے اسے سنا تو بے اختیار یہ کہا کہ:

﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرآنًا عَجَبًا یَّھْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِہٖ.﴾

''ہم نے عجیب قرآن سنا جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے تو ہم ایمان لے آئے۔''

جس نے قرآن کے مطابق بات کہیں اُس نے حق بات کہی۔ جس نے اس پر عمل کیا وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوا۔ جس نے قرآن کے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا۔ جس نے قرآن کی طرف دعوت دی اس نے سیدھی راہ پالی۔

[ترمذی، دارمی]

7۔قرآن کے ماہر کا مقام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے قرآن میں مہارت حاصل کی وہ معزز اور نیک فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ جو بے چارہ اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے تو اُسے دوہرا اجر ملے گا۔''

[بخاری و مسلم]

8۔ قرآن کی تلاوت دل کا زنگ دور کرتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دلوں پر بھی زنگ لگتا ہے جیسے نمی میں لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس زنگ کو دور کیسے کیا جائے؟ فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنے سے اور قرآن کی تلاوت کرنے سے۔'' [شعب الایمان، بیہقی]

9۔ قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا ثواب

حضرت معاذ جُہَنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ حسین ہوگی جبکہ وہ روشنی دنیا کے گھروں میں ہو اور سورج آسمان سے ہمارے پاس ہی اُتر آئے۔ پھر فرمایا کہ ''اچھا تمہارا کیا خیال ہے خود اس آدمی کے اجر و ثواب کے بارے میں، جس نے اس پر خود عمل کیا ہو؟ [مسند احمد، ابوداؤد]

10۔ قرآن کے حافظ کا مقام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن قرآن کے پڑھنے والے

(حافظ، قاری) سے کہا جائے گا کہ:

تم قرآن پڑھتے جاؤ اور اونچے اونچے درجات پر چڑھتے جاؤ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، جیسا کہ دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے۔ جنت میں تمہارا آخری درجہ وہ ہوگا جہاں تم پڑھتے پڑھتے ٹھہر جاؤ گے۔ [ترمذی]

11۔ بغیر قرآن سینہ ویران

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کے سینے میں قرآن کا کوئی حصہ نہیں، اس کی مثال ویران گھر کی سی ہے۔'' [ترمذی، دارمی]

12۔ قرآن شفاعت کرے گا

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

''قرآن پڑھا کرو، وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرنے کے لیے آئے گا۔'' [صحیح مسلم]

☆☆☆☆☆☆☆

پاروں کے نام

نمبر شمار	نام پارہ	نمبر شمار	نام پارہ
1	الٓمٓ	16	قَالَ اَلَمْ
2	سَیَقُوْلُ	17	اِقْتَرَبَ
3	تِلْکَ الرُّسُلُ	18	قَدْ اَفْلَحَ
4	لَنْ تَنَالُوا	19	وَقَالَ الَّذِیْنَ
5	وَالْمُحْصَنٰتُ	20	اَمَّنْ خَلَقَ
6	لَا یُحِبُّ اللّٰهُ	21	اُتْلُ مَا اُوْحِیَ
7	وَاِذَا سَمِعُوْا	22	وَمَنْ یَّقْنُتْ
8	وَلَوْ اَنَّنَا	23	وَمَالِیَ
9	قَالَ الْمَلَاُ	24	فَمَنْ اَظْلَمُ
10	وَاعْلَمُوْا	25	اِلَیْهِ یُرَدُّ
11	یَعْتَذِرُوْنَ	26	حٰمٓ
12	وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ	27	قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ
13	وَمَا اُبَرِّئُ	28	قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ
14	رُبَمَا	29	تَبَارَکَ الَّذِیْ
15	سُبْحٰنَ الَّذِیْ	30	عَمَّ

☆☆☆☆☆☆

تلاوتِ قرآن کے آداب

قرآن مجید کی تلاوت کے آداب یہ ہیں:

1. قرآن مجید کی تلاوت پاک صاف اور باوضو ہو کر کرنی چاہئے۔
2. سب سے پہلے تعوذ پڑھنی چاہئے، یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.
3. تعوذ کے بعد تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) پڑھیں۔
4. آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کریں۔
5. قرآن کے الفاظ کے معانی پر غور وفکر کریں۔
6. جہاں جہاں عذاب اور دوزخ وغیرہ کا ذکر آئے وہاں اُس سے پناہ مانگیں۔
7. جہاں جنت کے نعمتوں کا ذکر ہو وہاں اپنے لیے جنت کے حصول کی دعا کریں۔
8. کہیں اور جگہ تلاوت ہو رہی ہو تو اُسے غور سے سنیں اور خاموش رہیں۔
9. سجدے کی آیات پر سجدۂ تلاوت کریں۔
10. تین دن سے کم میں قرآن ختم نہ کریں۔ بہتر ہے کہ ہفتے میں ایک بار قرآن ختم کریں ورنہ پھر مہینے میں ایک بار ختم کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

نمبر شمار	نام سورت	پارہ	نمبر شمار	نام سورت	پارہ
1	الفاتحه	1	19	مريم	16
2	البقره	3-2-1	20	طٰهٰ	16
3	آلِ عمران	4-3	21	الانبياء	17
4	النساء	6-5-4	22	الحج	17
5	المائده	7-6	23	المؤمنون	18
6	الانعام	8-7	24	النور	18
7	الاعراف	9-8	25	الفرقان	19-18
8	الانفال	10-9	26	الشعراء	19
9	التوبه	11-10	27	النمل	20-19
10	يونسؑ	11	28	القصص	20
11	هُودؑ	12-11	29	العنكبوت	21-20
12	يوسفؑ	13-12	30	الروم	21
13	الرعد	13	31	لقمان	21
14	ابراهيمؑ	13	32	السجده	21
15	الحجر	14-13	33	الاحزاب	22-21
16	النحل	14	34	سبا	22
17	بنی اسرائيل	15	35	فاطر	22
18	الكهف	16-15	36	يٰسٓ	23-22

نمبر شمار	نام سورت	پارہ
37	الصافات	23
38	صٓ	23
39	الزمر	24-23
40	المومن	24
41	حٰمٓ السجدہ	25-24
42	الشوریٰ	25
43	الزخرف	25
44	الدخان	25
45	الجاثیہ	25
46	الاحقاف	26
47	محمد	26
48	الفتح	26
49	الحجرات	26
50	قٓ	26
51	الذاریات	27-26
52	الطور	27
53	النجم	27
54	القمر	27
55	الرحمٰن	27
56	الواقعہ	27
57	الحدید	27

نمبر شمار	نام سورت	پارہ
58	المجادلہ	28
59	الحشر	28
60	الممتحنہ	28
61	الصف	28
62	الجمعہ	28
63	المنافقون	28
64	التغابن	28
65	الطلاق	28
66	التحریم	28
67	الملک	29
68	القلم	29
69	الحاقہ	29
70	المعارج	29
71	نوحؑ	29
72	الجن	29
73	المزمل	29
74	المدثر	29
75	القیامہ	29
76	الدھر	29
77	المرسلات	29
78	النبا	30

نمبر شمار	نام سورت	پارہ
79	النازعات	30
80	عبس	30
81	التکویر	30
82	الانفطار	30
83	المطففین	30
84	الانشقاق	30
85	البروج	30
86	الطارق	30
87	الاعلیٰ	30
88	الغاشیه	30
89	الفجر	30
90	البلد	30
91	الشمس	30
92	اللیل	30
93	الضحٰی	30
94	انشراح	30
95	التین	30
96	العلق	30
97	القدر	30
98	البینه	30
99	الزلزال	30
100	العادیات	30
101	القارعه	30
102	التکاثر	30
103	العصر	30
104	الهمزه	30
105	الفیل	30
106	قریش	30
107	الماعون	30
108	الکوثر	30
109	الکافرون	30
110	النصر	30
111	اللهب	30
112	الاخلاص	30
113	الفلق	30
114	الناس	30

☆☆☆☆☆☆☆

تلاوت کے سلسلے میں ضروری ہدایات

قرآن مجید میں بیس (20) ایسے مقامات ہیں جہاں ذرا سی بے احتیاطی سے زبر، زیر اور پیش کے ردوبدل سے معنی کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور جان بوجھ کر یہ تبدیلی کرنے سے کبیرہ گناہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ وہ مقامات درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	صحیح	غلط
1	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحه)	اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ
2	اِيَّاکَ نَعْبُدُ (الفاتحه)	اِيَاکَ (بغیر تشدید)
3	وَاِذِابْتَلٰى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّه‘ (البقره: 124)	اِبْرَاهِيْمُ رَبَّه‘
4	قَتَلَ دَاو‘دُ جَالُوْتَ (البقره: 251)	دَاو‘دَ جَالُوْتُ
5	اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (البقره: 255)	اٰللّٰهُ (مد کے ساتھ)
6	وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ (البقره: 261)	يُضْعَفُ
7	رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (النساء: 165)	مُّبَشَّرِيْنَ وَمُنْذَرِيْنَ
8	مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُه‘ (التوبه: 3)	وَرَسُوْلِهٖ
9	وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ (بنی اسرائیل: 15)	مُعَذَّبِيْنَ
10	وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّه‘ (طٰه: 121)	اٰدَمَ رَبُّه‘
11	اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (الانبیاء: 87)	اِنِّىْ كُنْتَ
12	لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (الشعراء: 194)	مُنْذَرِيْنَ
13	يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 28)	اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءَ
14	فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (الصافات: 72)	مُنْذَرِيْنَ

15	صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ (الفتح: 27)	اللّٰهَ رَسُوْلَهٗ
16	الْمُصَوِّرُ (الحشر: 24)	الْمُصَوَّرُ
17	اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ (الحاقه: 37)	اِلَّا الْخَاطَئُوْنَ
18	فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (المزمل: 16)	فَعَصٰى فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ
19	فِيْ ضِلٰلٍ (المرسلات: 41)	فِيْ ضَلٰلٍ
20	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ (النازعات: 45)	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذَرٌ

☆☆☆☆☆☆
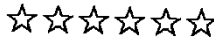
مفید قرآنی معلومات

1. لکھے ہوئے قرآن مجید کو "مصحف" کہا جاتا ہے۔
2. سیپارہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہ "سی" (تیس 30) اور "پارہ" (حصہ) کا مرکب ہے۔
3. قرآن مجید میں تلاوت کے چودہ (14) سجدے ہیں جن پر اتفاق ہے۔ جبکہ پندرھواں سجدہ اختلافی ہے۔
4. قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت کا نام "البقرہ" ہے جس کے چالیس (40) رکوع اور دو سو چھیاسی (286) آیات ہیں۔
5. قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کا نام "الکوثر" ہے اور اس کی صرف تین آیات ہیں۔
6. قرآن کی سب سے افضل آیت "آیت الکرسی" ہے۔
7. قرآن کی سب سے بڑی آیت سورۃ البقرہ کی آیتِ دَیْن (آیت نمبر 282) ہے۔
8. قرآن کی سب سے چھوٹی آیت وَالضُّحٰی ہے۔
9. قرآن میں قرآن کا لفظ کل ستر (70) بار آیا ہے۔
10. قرآن میں اللہ کا لفظ 2697 دفعہ آیا ہے۔
11. قرآن میں صرف ایک صحابی کا نام آیا ہے (حضرت) زید (بن حارثہ) کا۔
12. قرآن میں صرف ایک خاتون کا نام آیا ہے۔ حضرت مریم کا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں۔
13. قرآن کی سورۃ مجادلہ (پارہ نمبر 28) کی ہر آیت میں کم سے کم ایک بار "اللہ

'' کا نام آیا ہے۔اس سورت کی کل بائیس (22) آیات ہیں جن میں اللہ کا لفظ چالیس (40) دفعہ آیا ہے۔

⓮ اردو زبان میں قرآن مجید کا سب سے پہلا ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے صاحب زادے شاہ رفیع الدینؒ نے کیا تھا۔یہ لفظی ترجمہ تھا جو آج بھی موجود ہے۔

⓯ قرآن میں سب سے زیادہ جس حکم کی تاکید کی گئی ہے وہ نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

⓰ قرآن مجید کی سورۂ رحمٰن میں آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ 31 دفعہ دہرائی گئی ہے۔

⓱ قرآن کی سورۂ القمر میں آیت وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ کو 4 بار دہرایا گیا ہے۔

⓲ سورۂ مرسلات کی آیت وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ دس (10) مرتبہ آئی ہے۔

⓳ قرآن مجید میں کل 26 پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔

⓴ قرآن مجید کا سب سے بڑا کلمہ (لفظ) فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ (الحجر:22) ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

رموزِ اوقاف

(Punctuation)

○ یہ آیت کی علامت ہے اسے وقف تام بھی کہتے ہیں۔اس پر ٹھہرنا چاہیئے۔

م یہ وقف لازم کی علامت ہے، اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیئے۔

ط یہ وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیئے لیکن یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں بات پوری نہیں ہوتی۔ابھی کہنے والا کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔

ج یہ وقف جائز کی علامت ہے۔یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز یہ وقف مجوز کی علامت ہے۔یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص یہ وقف مرخص کی علامت ہے۔یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو اجازت ہے۔

صلے یہ الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔یہ الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق یہ قیل علیہ الوقف کا مخفف ہے۔یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیئے۔

صل یہ قد یوصل کا مخفف ہے۔یہاں ٹھہرنا نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قِف ہے۔جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔یہ علامت وہاں آتی ہے جہاں پڑھنے والا ملا کر پڑھنا چاہتا ہے۔یہاں ٹھہرنا چاہیئے۔

س یا سکتہ یہ سکتے کی علامت ہے۔یہاں اس طرح ٹھہرنا چاہیئے کہ سانس ٹوٹنے نہ پائے۔

وقفہ یہ لمبے سکتے کی علامت ہے۔یہاں سکتے سے زیادہ ٹھہرنا چاہیئے لیکن سانس

توڑنا نہیں چاہیے۔ سکتے اور وقفے میں یہ فرق ہے کہ سکتے میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفے میں زیادہ ٹھہرنا ہوتا ہے۔

لا لا کے معنی "نہیں" کے ہیں۔ یہ علامت کبھی آیت کے اوپر آتی ہے اور کبھی آیت کے درمیان میں آ جاتی ہے۔ اگر آیت کے اوپر ہو تو چاہے ٹھہریں چاہے نہ ٹھہریں دونوں جائز ہیں۔ لیکن جہاں یہ علامت آیت کے درمیان میں اکیلی آ جائے وہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں ،دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جُزدان حریر و ریشم کے ،اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عِطر کی بارش ہوتی ہے،خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں،اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لیے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضروری پڑتی ہے،ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اِک اِک جلسہ میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے،سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
اِک بار ہنسایا جاتا ہوں ،سو بار رُلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے،قانون پہ راضی غیروں کے
یُوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں،ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں،کس بزم میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں ،مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

(ماہر القادریؒ)

مختصر مضامین قرآن

(INDEX)

ت

ث

ج

ذ

ر

ز

س

ش

ص

ض

ط

ظ

ع

غ

ف

ق

ک

گ

ل

م

ن

و

ہ

ی

☆☆☆☆☆☆☆

کتابیات

1- الاتقان فی علوم القرآن — امام سیوطیؒ

2- البرهان فی علوم القرآن — بدر الدین زرکشیؒ

3- مباحث فی علوم القرآن — ڈاکٹر صبحی صالح

4- الفوز الکبیر — شاہ ولی اللہؒ

5- اسباب النزول — واحدی

6- لباب المنقول فی اسباب النزول — امام سیوطیؒ

7- زاد المعاد — ابن قیمؒ

8- مناہل العرفان فی علوم القرآن — زرقانیؒ

9- عیون العرفان فی علوم القرآن — قاضی مظہر الدین احمد بلگرامی

10- مقدمہ ابن خلدون — ابن خلدون

11- علوم القرآن — محمد تقی عثمانی

12- خطبات بہاولپور — ڈاکٹر حمید اللہ

☆......☆......☆......☆......☆

احادیث نبوی کی تعلیمات کا مرقع
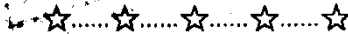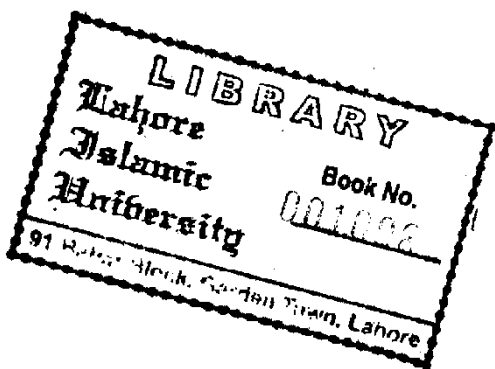
سنت سے ایک انٹرویو

از : محمد رفیق چودھری

- سوال و جواب کی طرز پر احادیث کی تعلیمات کا نچوڑ
- ہر جواب مع حوالہ کتاب حدیث
- زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں احادیث نبویہ کا مجموعہ
- حدیث وسنت کی معلومات کا مختصر انسائیکلوپیڈیا
- مختلف عنوانات کے تحت احادیث کا خلاصہ
- آسان، رواں اور دل نشیں اندازِ بیان

صفحات 288 قیمت -/120 روپے

ناشر: مکتبہ قرآنیات لاہور

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور